March 2005

فہرست مضامین
فرنٹ ٹائیٹل
بیک ٹائیٹل
اداریہ
جامعہ کے شب و روز
علم حدیث
ہجرت کی اقسام
ماہِ صفر اور غلط عقیدے
قرآن پاک کے بوسیدہ اوراق کے متعلق احکام
خادم رسول
حضرت انس
ایمان اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے
حلال مال طلب کرنے کا بیان
تقویٰ
اللہ تعالیٰ جل شانہ کی پوشیدہ مہربانیاں و احسانات
مسواک
پانچ قسم کے مسلمان
ستر کی حد
حدیث
مدیر
احسن المکاتیب
اتباع سنت کا اہتمام
ملفوظات
شانِ تربیت
مقام والدین
پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ
خوش نصیبی کی تین نعمتیں
سود کی برائی اہل ایمان کی سمجھ میں آجانی چاہیے
ملفوظات
محمد طیب
خواتین
علم و عمل
ایک شبہ کا ازالہ
حضرت ام حبیبہ
ماں
رحمت کی برسات

اداریہ

آج کل برکت کم بے برکتی زیادہ کیوں ۔۔۔

از مدیر

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ،نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلیٰ الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

برکت کے معنی آج کل مبارک باد یں دی جاتی ہیں مگر برکت کا معنی کیا ہے اکثر نا واقف رہتے ہیں ۔ برکت کا معنی ہے خیر کثیر جس میں بہت سی چیزیں شامل ہیں ۔مثلاً سر فہرست اس میں یہ بات داخل ہے کہ مقدار میں وہ چیز کم ہو مگر فائدہ اس سے زیادہ پہنچ جائے ۔نیز تھوڑی تنخواہ پر گزارہ ہو جانا اور دن بھر میں بہت سے کام ہو جانا رزق اور وقت میں برکت کی مثالیں ہیں ۔ایک دو آدمیوں کے کھانے کو چار آدمی کھالیں یا سفر میں تھوڑے پیسوں میں اچھا سفر ہو جائے یا جلدی طے ہو جائے یہ بھی برکت میں شامل ہے۔

بے برکتی سود، رشوت یا کسی بھی حرام مال یا کام میں قطعاً کوئی برکت نہیں بلکہ اتنا نقصان ہی نقصان ہوتا ہے جس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں مثلاً حرام مال خوب کمایا مگر اخراجات کی فہرست بڑھ گئی کبھی کوئی بیمار ہو گیا کبھی سواری خراب ہو گئی کبھی مقدمہ ہو گیا کبھی چوری ہو گئی ۔حرام مال میں تو سراپا بے برکتی ہے آج کل تو حلال مال کی زیادہ کمائی میں بھی برکت ختم ہوتی نظر آ رہی ہے جو ہمارے گناہوں اور ناشکریوں کا نتیجہ لگتا ہے۔

ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ اخیر زمانہ میں برکت ختم ہو جائے گی ۔آج یہ بات صاف نظر آ رہی ہے وقت میں برکت نہیں اس لئے کہ نماز وغیرہ یعنی نیکی میں ہم وقت نہیں لگاتے ۔رزق میں برکت نہیں اس لئے کہ ہم حلال وحرام کی پہچان چھوڑ بیٹھے ہیں اور تھوڑے پر راضی نہیں رہتے غرض آجکل ہر طرف بے برکتی کا سماں ہے۔

برکت کا واقعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تین مہمان آئے آپ کہہ گئے کہ انہیں کھانا کھلا دینا ۔آپ عشاء کے بعد گھر تشریف لائے ۔گھر سے پوچھا کھانا کھلایا؟ گھر والوں نے کہا کہ ہم نے پیش کیا تھا انہوں نے کہا ہم آپ کے ساتھ کھائیں گے ۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ناراض ہو کر قسم کھائی کہ میں نہ کھاؤں گا ۔مہمانوں نے کہا کہ پھر ہم بھی نہیں کھائیں گے ۔پھر آپ نے قسم توڑی سب نے کھانا کھایا ۔کھانا اتنا بڑھ گیا کہ اگلے دن اڑتالیس مہمان آئے انہوں نے بھی کھایا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا آپ علیہ السلام نے بھی کھایا ۔یہ ہے برکت۔

برکت کی دعا حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے ہمیں حصول برکت کیلئے زبردست دعا سکھلائی **اَللّٰھُمَّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْهِ** کہ "اے اللہ جو آپ نے مجھے رزق دیا (یعنی کھانے، پینے ،پہننے استعمال کرنے کی کوئی چیز بھی دی) اس میں مجھے قناعت (تھوڑے پر گزارہ) دیجئے اور میرے لئے اس رزق میں برکت دیجئے ۔" اس دعا کو معمول بنالینا چاہئے ۔حق تعالیٰ جل شانہٗ ہمیں رزق، وقت اور ہر چیز میں برکت سے مالا مال فرمائیں اور بے برکتی سے محفوظ رکھیں ۔آمین ثم آمین ۔وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلیٰ الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

فہم قرآن

رسالت کا بیان

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ	مِمَّا	نَزَّلْنَا	عَلَىٰ عَبْدِنَا	فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ
اگر ہوتم شک میں	اس چیز کے بارے میں	جو ہم نے اتاری	اپنے بندے پر	پس تم لاؤ کوئی سورۃ اس جیسی

وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ	مِنْ دُونِ اللَّهِ	إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۲۳	فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا
اور بلا لو اپنے امدادیوں کو	اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے	اگر ہو تم سچے	پس اگر تم نہ کر سکو

وَلَنْ تَفْعَلُوا	فَاتَّقُوا النَّارَ	الَّتِي	وَقُودُهَا النَّاسُ	وَالْحِجَارَةُ	أُعِدَّتْ	لِلْكَافِرِينَ ۲۴
اور ہرگز نہ کر سکو گے	پھر ڈرو آگ سے	وہ آگ	جس کا ایندھن بنیں گے انسان	اور پتھر	تیار کی گئی ہے	کافروں کے لیے

تشریح و تفسیر: کافر لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) مجنون بھی کہتے تھے اور مفتری (اپنے سے گھڑنے والا) بھی کہ ہمیں کہانیاں سناتا ہے اور کہتے تھے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو تو بیان کرتا ہے وہ تو اَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ہیں۔ یہ الفاظ قرآن پاک میں ہیں کہ "پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں"۔ بے شک قرآن پاک میں قصے بھی ہیں آدم علیہ السلام کا، نوح علیہ السلام کا اور بھی پیغمبروں کے قصے ہیں لیکن وہ قصے صرف قصے نہیں بلکہ ان میں عبرت اور سبق ہے اس لئے فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (الاعراف:۱۷۶) فرمایا کہ "ان کے سامنے قصے بیان کرو تاکہ غور و فکر کریں اور سبق حاصل کریں"۔ واقعات میں صرف دماغی عیاشی نہیں بلکہ ان کے اندر حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اگر تم شک میں ہو اس چیز کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی پس لے آؤ چھوٹی سی سورۃ جیسی قرآن پاک میں ہے"۔ یہ بِسُورَةٍ میں جو تنوین ہے عربی والے کہتے ہیں تقلیل کی ہے یعنی قلت والی ہے تو اس لحاظ سے معنی یہ ہوا کہ "تم چھوٹی سی سورۃ لے آؤ"۔ (قرآن پاک) میں تین سورتیں سب سے چھوٹی ہیں: (۱) سورۃ عصر (۲) سورۃ کوثر (۳) سورۃ نصر۔

قرآن پاک میں کوئی سورۃ تین آیتوں سے کم نہیں۔

مسئلہ: اسی لیے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ نمازیوں کو ایک رکعت کے اندر کم از کم تین آیات پڑھنی چاہئیں ہاں اگر لمبی آیت ہو جو چھوٹی تین آیات کے برابر ہو تو مسئلہ علیحدہ ہے۔

فرمایا تم قرآن پاک کی چھوٹی سی سورۃ ہی لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان آخری اعلان ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا (الاسراء:۸۸)

تم جو کہتے ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اپنی طرف سے بنا کے پیش کیا ہے تو تم بھی اسی طرح کرو کہ سارے انسان، سارے جن مل جل کر قرآن پاک جیسی کتاب لے آؤ۔ یہ چیلنج کئی سال رہا نہیں لا سکے پھر مزید چھوٹ دی گئی۔ قرآن پاک کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں فرمایا تم کو ایک سو چار سورتیں معاف ہیں فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ (ھود:۱۳) تم اس طرح کرو کہ قرآن پاک جیسی دس سورتیں ہی لاؤ پہلے تو انسان اور جن تھے پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر باقی ساری کائنات کو اپنی مدد کے لئے بُلا لاؤ۔ جن، انسان اور فرشتے سب شامل ہو جائیں کئی سال اس چیلنج میں گزرے پھر ایک اور چیلنج فرمایا کہ قرآن پاک جیسی چھوٹی سورۃ لے آؤ۔ شُهَدَآءَ شہید کی جمع ہے یہاں اس کے معنیٰ مددگار کے ہیں کہ اپنے مددگاروں کو بلاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر سب کو بلا لو۔ چاہے جن ہو یا انسان یا فرشتے "اگر تم سچے ہو "۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا "اگر تم نہ کر سکو" درمیان میں جملہ معترضہ ہے "اور تم ہرگز نہیں کر سکو گے"۔

چودہویں صدی شروع ہے آج تک کوئی مائی کا لال قرآن پاک جیسی ایک سورۃ بھی نہیں لا سکا۔ حالانکہ بڑے بڑے فصیح اور بلیغ گزرے ہیں۔ سحبان بن وائل اُن تمام فصحاء کا سردار سمجھا جاتا تھا اُس شخص نے بالغ ہونے کے بعد ساری زندگی مکرر جملہ نہیں بولا اتنا فصیح تھا کہ اپنے مطلب کی ادائیگی کے لئے جو جملہ ایک مرتبہ بولا دوبارہ پھر نہیں بولا مگر اُس کو بھی ہمت نہیں ہوئی کہ قرآن پاک جیسی ایک سورۃ ہی لے آئے آج تک نہیں لا سکے اور قیامت تک نہیں لا سکیں گے اور فرمایا "اگر تم نہ کر سکو گے تو ڈرو آگ سے کہ یہ آگ اس کا ایندھن ہوں گے انسان اور پتھر" یعنی جس طرح اس میں انسان جلیں گے اسی طرح پتھر بھی جلیں گے یہ آگ دنیا کی آگ سے ۶۹ حصے زیادہ تیز ہوگی۔ "وہ تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے" نافرمانوں کے لئے۔

جنت میں جانے والے جانور

ناقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

براق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی سواری

عجول ابراہیم علیہ السلام (بچھڑا)

ناقہ صالح علیہ السلام (اونٹنی)

بقرہ موسیٰ علیہ السلام (گائے)

حوت یونس علیہ السلام (مچھلی)

کبش اسماعیل علیہ السلام (دنبہ)

نملہ سلیمان علیہ السلام (چیونٹی)

حمار عزیر علیہ السلام (گدھا)

ذئب یعقوب علیہ السلام (بھیڑیا)

کلب اصحاب کہف (اصحاب کہف کا کتا)

ہدہد بلقیس

﴿الاشباہ والنظائر والشرح للحموی ص ۵۸۳﴾

کلونجی اور زیتون

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ کلونجی موت کے سوا ہر بیماری کیلئے شفاء ہے۔
(بخاری، مسلم، ترمذی)

نیز فرمایا کہ زیتون میں ۷۰ بیماریوں کا علاج ہے۔
مستدرک حاکم

ہجرت کی اقسام

حضرت مولانا صوفی
محمد سرور صاحب مدظلہم
[illegible]

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ دین کے احکام میں سے ایک بہت بڑا حکم ہجرت ہے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) **پہلی قسم** یہ ہے کہ دارالکفر کو جہاں کافروں کی حکومت ہو اس دار کو اور ملک کو چھوڑ کر دارالاسلام میں آ جائے یعنی ایسے ملک میں آ جائے جہاں مسلمانوں کی حکومت ہو تا کہ اطمینان وسکون کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام پر پورا پورا عمل کر سکے۔ اور اپنی آخرت کیلئے یکسوئی سے محنت کر کے اونچے سے اونچے درجے حاصل کر سکے اور مقصد حیات جو کہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں ترقی کرنا ہے اچھے طریقہ سے حاصل کر سکے۔

(۲) **دوسری قسم** ہجرت کی یہ ہے کہ اگر اپنے آبائی وطن میں دینی تعلیم کا مناسب انتظام نہ ہو تو کسی دوسرے ملک یا کسی دوسرے شہر میں چلا جائے جہاں دینی علوم کا انتظام ہو۔ پھر یہ ضروری نہیں ہے کہ جب تک علم مکمل نہ ہوگا گھر آنا منع ہے بلکہ جب موقع ملے گا گھر چند دنوں کیلئے آئے پھر چلا جائے اور اگر مالی حالات اجازت دیں اور شادی شدہ ہو تو بے شک بیوی کو بھی ساتھ لے جائے تا کہ پڑھائی کے ساتھ ساتھ بیوی سے ملاقات بھی ہوتی رہے اور شہوت والے گناہوں سے بچنا آسان ہو۔

(۳) **تیسری قسم** ہجرت کی یہ ہے کہ جس علاقے میں یہ رہتا ہے وہاں بدعات بہت زیادہ ہوں اور ان سے بچنا مشکل ہو تو وہاں سے ہجرت کر کے کسی ایسے علاقے میں چلا جائے جہاں رہ کر بدعتوں سے بچنا آسان ہو۔

(۴) **چوتھی قسم** ہجرت کی یہ بھی شمار کی گئی ہے کہ حج بیت اللہ کیلئے تھوڑے عرصہ کیلئے وطن چھوڑے اور حج کرے اس میں حج کے ثواب کے ساتھ ہجرت کا ثواب بھی ملے گا۔

(۵) **پانچویں قسم** حدیث پاک میں یہ ارشاد ہے اَلْمُھَاجِرُ مَنْ ھَجَرَ مَا نَھَی اللّٰہُ عَنْہُ (رواہ البخاری) کہ بڑا مہاجر وہ ہے جو گناہوں سے ہجرت کرے یعنی گناہ چھوڑ دے

(۶) **چھٹی قسم** ہجرت کی بہت اونچی ہے اور وہ یہ ہے کہ غیر اللہ کی توجہ کرنے سے ہجرت کرے یعنی کسی نہ کسی صورت میں اپنے خالق و مالک کی طرف توجہ رکھے۔ عبادات میں تو ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ ہی کی طرف توجہ ہونی چاہئے۔ جائز کاموں میں بھی اچھی نیت کرے عبادت کی تیاری کی نیت کرے اس سے وہ کام عبادت بن جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کا ذریعہ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق دیں۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین
وعلی الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

محمد سرور عفی عنہ

سود کی رقم کا استعمال

سود کی رقم سے اپنا قرض اتارنا جائز نہیں۔ نہ اس رقم کو مسجد یا اس کے بیت الخلاء میں لگایا جائے۔
سود کی رقم سے صدقہ، زکوۃ، حج، قربانی نہ کیا جائے۔ بلکہ کسی ضرورت مند کو چھٹکارے کی نیت سے دے دی جائے۔
جو کمپنیاں متعین منافع دیتی ہیں وہ سود ہے سود کا استعمال حرام اور گناہ ہے۔ اس سے بیٹی کو جہیز دینا بھی جائز نہیں۔

ماہِ صفر اور غلط عقیدے

ابو ناجیہ، لاہور

ماہ صفر بھی اللہ تعالیٰ کے مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے اس کی ذات میں نہ خیر ہے اور نہ شر۔ خیر اور شر کا تعلق انسانی اعمال سے ہے جیسے انسان کے اعمال ہوں گے اللہ تعالیٰ کے فیصلے بھی اسی طرح ہوں گے۔ اگر اعمال اچھے اور سنت کے مطابق ہوں گے تو رحمتوں کا نزول ہوگا اور اگر اعمال بُرے، خلاف شریعت ہوں گے تو ہر قسم کی آفات، جسمانی بیماریاں، مال میں بے برکتی اور آسمانی آفات کا نزول ہوگا۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ . الآیۃ (الروم:۴۱) ''ظاہر ہوگیا فساد خشکی میں اور دریا میں لوگوں کے اعمال کی وجہ سے تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھا دے''۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرمایا ماہ صفر میں بیماری، نحوست اور بھوت پریت وغیرہ کا کوئی نزول نہیں ہوتا۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیماری، نحوست اور شیطان وغیرہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ یہ سن کر ایک دیہاتی شخص نے کہا کہ ریت کے میدان کا وہ خارشی اونٹ جو ہرن کی طرح تیز ہے خارشی اونٹ دوسرے اونٹوں میں گھس کر ان میں خارش پیدا کر دیتا ہے اس کے بارے میں آپ کیا فرمائیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اسی طرح ہو تو یہ بتاؤ کہ پہلے اونٹ کو خارش کہاں سے لگی ہے؟ (یعنی اگر تمہارے خیال کے مطابق بعد والے کو پہلے والے سے لگی ہے تو سب سے پہلے والے کو کہاں سے، کس طرح لگی ہے؟) (رواہ البخاری)

ماہ صفر میں انسان اسباب کے طور پر بے شک احتیاط رکھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دارالاسباب بنایا ہے مگر اعتقاد یہ رکھے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور خود اسباب کا خالق بھی اللہ ہے۔ اللہ کا حکم نہ ہو تو کوئی نقصان دہ چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور اللہ کا حکم ہو جائے تو فائدہ مند چیز سے بھی نقصان پہنچتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک کافر کے عقیدے کو رد کرنے کے لئے زہر پی گئے مگر کچھ نہ ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رقعہ لکھنے سے دریائے نیل جاری ہوگیا اور آج تک بند نہیں ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک جنگل میں پڑاؤ ڈالا اور اعلان کیا کہ جنگل کے جانورو! اس جنگل کو خالی کر دو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے یہاں ڈیرہ لگایا ہے ورنہ بعد میں ہم جس کو پائیں گے قتل کر دیں گے۔ لکھا ہے کہ یہ اعلان سن کر پورا جنگل شیروں، چیتوں، بھیڑیوں، سانپوں، بچھوؤں اور موذی جانوروں سے خالی ہوگیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ نے نہیں جلایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریاؤں میں راستے بن گئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوگیا۔ کنکریوں نے آپ کی مٹھی میں کلمہ پڑھا، جانوروں نے آپ سے کلام کیا، آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے، استوانہ حنانہ آپ کی جدائی میں رو دیا۔ الغرض اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بیحد مناظر اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک بندوں کے ذریعے ظاہر فرمائے یہ سب دلائل ہیں کہ سب کچھ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی سے بچیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں

بقیہ صفحہ ۱۱ پر

قسط ① قرآن پاک کے بوسیدہ اوراق کے متعلق احکام

خطیب اسلام مولانا محمد اجمل خان صاحب مدظلہ

قرآن مجید کے آداب عظمت میں سے ایک یہ ہے کہ قرآن مجید جب بوسیدہ اور پرانا ہو جائے اور اس کے حروف مٹ جائیں تو اس کے اوراق کو دوسری کتابوں کے لئے وقایہ (یعنی بطور جلد حفاظت کا ذریعہ) نہ بنایا جائے۔ بلاشبہ اس طرح کرنا ظلم عظیم ہے۔ ہاں ان اوراق کو پانی سے دھو ڈالے (تفسیر قرطبی)

علامہ زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے اوراق اگر بوسیدہ ہونے کی وجہ سے تلاوت کے قابل نہ رہیں تو ایسے اوراق کو حفاظت کے پیش نظر دیوار کی دراڑ اور شگاف میں رکھنا جائز نہیں کیونکہ بسا اوقات اس جگہ کے گرنے سے اوراق قرآن کی بے حرمتی کا اندیشہ ہے۔ نیز اوراق کو پھاڑ ڈالنا بھی جائز نہیں کیونکہ اس طرح کرنے سے حروف کو ایک دوسرے سے جدا کرنا اور کلمات کو پراگندہ کرنا لازم آتا ہے اور نیز اس سے مکتوب قرآنی کی بے حرمتی ظاہر ہوتی ہے اور امام حلیمی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ (البرہان فی علوم القرآن ۱/۴۷۷)

ائمہ احناف فرماتے ہیں قرآن پاک بوسیدہ ہونے کی صورت میں جلانا نہ چاہیے بلکہ زمین میں گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دینا چاہیے۔ (الاتقان ج ۲)

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارے ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ اگر قرآن مجید بوسیدہ ہونے کی وجہ سے نفع اٹھانے کے قابل نہ ہو تو پھر اس کو ایسی پاکیزہ جگہ میں دفن کیا جائے جو لوگوں کے روندنے سے محفوظ ہو (عمدۃ القاری ۱/۲۰۱)

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ کتابیں جن میں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام لکھا ہو یا وہ قرآن مجید جو ناقابل تلاوت ہو تو ان کو جاری پانی میں ڈال دیا جائے یا کسی پاکیزہ کپڑے میں لپیٹ کر پاک جگہ میں دفن کیا جائے اور ان کو جلایا نہ جائے بلکہ ان کے حروف کو جاری پانی میں محو (ختم) کر کے کاغذ کو محفوظ کر لیا جائے تو وہ زیادہ بہتر ہے۔ (فتاویٰ الخوازل ص ۳۰۴ مطبوعہ دکن)

درمختار مع رد المختار ج۱/۱۷۷ و ج۶/۴۲۳ طبع جدید مصری میں ہے قرآن مجید جب بوسیدہ ہونے کی وجہ سے پڑھنے کے قابل نہ رہے تو اس کو مسلمان میت کی طرح دفن کر دینا چاہیے۔ اور علامہ شامی رحمہ اللہ رد المختار میں فرماتے ہیں کہ یہ دفن کرنا تعظیم کے منافی نہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام بھی تو زمین میں مدفون کیے جاتے رہے ہیں۔

علامہ خادمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق جو نفع اٹھانے کے قابل نہ ہوں ان کو جلانے کے بجائے کپڑے میں لپیٹ کر پاکیزہ جگہ پر لحد کی طرح گڑھے میں دفن کیا جائے۔ اگر لحد کی طرح گڑھا نہ ہو تو پھر اس گڑھے کو مسلمان میت کی قبر کی طرح پتھر یا لکڑی کے تختوں سے ڈھانپ کر کے مٹی ڈال دی جائے یا ان اوراق کو ایسی جگہ میں رکھا جائے جو ہر طرح کی نجاست اور گرد و غبار سے محفوظ ہوں (بریقہ محمودیہ شرح طریقہ محمدیہ ۱۹۹/۲) جامع المجددین حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں قرآن مجید جب ایسا کہنہ (پرانا) ہو جائے کہ اس سے نفع اٹھانا ناممکن ہو تو اسکو پاک جگہ میں دفن کر دینا چاہیے مگر اس پر مٹی نہ ڈالے بلکہ جس طرح مسلمان میت کی قبر میں تختے وغیرہ رکھ کر مٹی دیتے ہیں اسی طرح کرنا چاہیے (اصلاح انقلاب امت ص ۲۱)

ایسے ہی اگر کوئی قرآن ایسا غلط لکھا ہو کہ اصلاح دشوار ہو تو اس کو بھی دفن کر دینا چاہیے اس میں اکثر لوگ جو سستی کرتے ہیں وہ بوسیدہ ہو کر منتشر ہو جاتا ہے اور افسوس ہے کہ وہ ردی میں جا کر دواؤں کی پڑیوں میں یا بچوں کے بعض کھلونوں میں استعمال کیا جاتا ہے ایسا کرنا ہم لوگوں کی کتنی بڑی بے غیرتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ

محدث جلیل حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی قدس سرہ

سلسلہ نسب انس بن مالک بن نضر بن ضمضم انصاری خزرجی بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کنیت نبی علیہ السلام نے آپ کی کنیت ابوحمزہ رکھی "حمزہ" ایک سبزی کا نام ہے جو انس رضی اللہ عنہ کو پسند تھی۔

والدہ کا نام اُمِّ سُلَیْم ہے جو انصار میں دانا و افضل صحابیہ ہیں۔

خدمتِ نبی آپ نبی علیہ السلام کے خادم ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے کہ والدہ نے ان کو نبی علیہ السلام کی خدمت کے لئے وقف کردیا۔ (تھذیب) دس سال آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔

دعائے برکت آپ کی اولاد کی تعداد زیادہ تھی (اور آپ) مالدار بھی زیادہ تھے۔ یہ سب نبی علیہ السلام کی دعا کی برکت تھی۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری والدہ کی درخواست پر ایک دن نبی علیہ السلام نے میرے لئے تین دعائیں کیں۔ فرمایا:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا وَوَلَدًا وَبَارِکْ لَهٗ فِیْهِ.

"اے اللہ! اس کو مال واولاد عطا فرما دیجئے اور اس میں برکت عطا فرما دیجئے"۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے پوتوں کے علاوہ اپنی حقیقی اولاد میں سے ۱۲۵ افراد کو اپنے ہاتھوں سے دفن کیا اور بلاشبہ میری زمین ایک سال میں دومرتبہ پھل دیتی ہے۔ (طبرانی)

ایک اور روایت میں ہے کہ میری والدہ نے نبی علیہ السلام سے میرے لئے دعا کی درخواست کی۔ پس نبی علیہ السلام نے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ "اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ فرما اور اس کو جنت میں داخل فرما"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پہلی دو چیزوں (مال اور اولاد) کو میں نے دیکھ لیا ہے اور میں (اب) تیسری چیز (جنت) کی امید رکھتا ہوں (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ کا ایک باغ تھا جو سال میں دومرتبہ پھل دیتا تھا۔ اور اس باغ میں ریحان کا ایک پودا تھا جس سے مشک کی سی خوشبو آتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ تیر اندازی میں ماہر تھے۔ جنگ بدر میں خادم کے طور پر شریک تھے۔

وفات نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک مدت تک مدینہ منورہ میں رہے اس کے بعد بصرہ میں مستقل رہائش اختیار کرلی اور بصرہ میں ہی وفات پائی۔

علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ بصرہ میں وفات پانے والے آخری صحابی تھے۔ ثابت بنانی سے روایت ہے کہ جب انس رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک ہیں پس تم اس کو میری زبان کے نیچے رکھ دو میں نے ایسا ہی کیا اور جب آپ دفن کیے گئے تو وہ بال مبارک آپ کی زبان کے نیچے ہی تھے۔

وفات کے وقت آپ کی عمر سو سال سے زیادہ تھی اور بوقت ہجرت آپ دس سال کے تھے۔

(از مقدمہ شرح بیضاوی)

(انتخاب: یکے از تلامذہ حضرت الشیخ)

ایمان اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے

مولانا عبیدالرحمٰن صاحب
جامعہ عبیداللہ ... لاہور

حدیث شریف میں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق بھی ویسا ہی تقسیم کیا ہے جیسا کہ تمہارے درمیان رزق کو تقسیم کیا ہے۔

اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ دنیا ہر شخص کو دیتے ہیں جس سے محبت کرتے ہیں اس کو بھی اور جس سے محبت نہیں کرتے اس کو بھی مگر ایمان کی دولت سے اُسی کو سرفراز فرماتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوتی ہے۔

فائدہ : واقعی اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان کے خاص فضل و کرم کا صدقہ ہے کہ ہمیں بغیر کسی استحقاق کے اتنی بڑی نعمت عطا فرمادی ہے جس پر دنیا و آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی نجات کا دارومدار ہے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان کی جتنی زیادہ قدر کرنا چاہئے تھی لیکن افسوس صد افسوس اتنی ہی لاپرواہی اور غفلت کا معاملہ ہماری جانب سے ہو رہا ہے۔

اس عظیم ترین عطیہ الٰہی کی قدر دانی یہی ہے کہ ایمان کے تقاضوں کے مطابق ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ بسر ہونا چاہئے اور محسن حقیقی ذات باری تعالیٰ کے اس فضل کی قدر دانی یہ ہے کہ پلک جھپکنے کی مقدار بھی ان کی نافرمانی نہ کی جائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ انسان کے لئے دنیا کی نعمتوں میں سے بس نعمت اسلام کافی ہے اور مشغولیات میں صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرمانبرداری ہی میں مشغولی کافی ہے اور عبرت کیلئے روز پیش آنے والے موت کے واقعات میں ہی کافی سامان عبرت موجود ہے اور ایک مقام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حقیقت میں نعمت بس چھ چیزیں ہیں: (۱) دین اسلام (۲) قرآن پاک (۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت (۴) امن و عافیت حاصل ہو جانا (۵) عیوب پر پردہ پوشی ہو جانا (۶) لوگوں سے بے نیاز ہو جانا۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسلام ایسی بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے قرآن کریم میں اسلام کو بغیر کسی اشارہ یا کنایہ کے صراحۃً نعمت فرمایا اور پھر اپنا احسان جتلایا۔ چنانچہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے **الیوم اکملت لکم نعمتی** الخ یعنی آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو پورا کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین کے پسند کیا۔ جب اسلام کا صریح نعمت ہونا ثابت ہوا تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ اس پر جتنا شکر کیا جائے کم تھا۔ کیونکہ ہر نعمت کا تقاضا ہے کہ اس پر شکر کیا جائے۔ تو اتنی بڑی نعمت اسلام جو دین و دنیا کی ساری کامیابی کی بنیاد ہے۔ اس پر کس حد تک ہم کو شکر کرنا چاہئے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے اس کا اس قدر اہتمام کیا ہے کہ تم مستقل اس کا شکر نہ ادا کر سکو تو دوسری نعمتوں جن کو تم روزانہ کئی بار استعمال کرتے ہو ان کے ساتھ ملا ہی کر شکر کر لو۔ چنانچہ کھانے کے بعد کی دعا تلقین فرمائی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جتنی بڑی نعمت تھی اور جتنا زیادہ اس پر شکر ہونا چاہئے تھا اسی قدر اس سے غفلت ہے اور اس سے بڑھ کر دکھ کی بات تو یہ ہے کہ اس غفلت کا احساس بھی نہیں اسی کو حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب نے فرمایا:

بہر غفلت یہ تیری ہستی نہیں دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں

اللہ تعالیٰ ہمیں غفلت سے نکال دیں اور ایمان جیسی عظیم دولت کی صحیح قدر اور اس کا شکر کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین ثم آمین

حلال مال طلب کرنے کا بیان

از بہشتی زیور حصہ پنجم

قرآن وحدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے (بشرطیکہ انصاف سے اور طلب حق کیلئے تامل کیا جائے) کہ جس شخص میں توکل کی شرطیں پائی جاویں تو اس کے لئے توکل کرنا کمانے سے بدرجہا افضل ہے اور یہ اعلیٰ مقام ہے مقامات ولایت سے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود متوکل تھے اور جو آمدنی متوکل کو ہوتی ہے وہ ہاتھ کی کمائی سے بہت بہتر ہے۔ اور اس میں خاص برکت اور خاص نور ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ درجہ مرتب فرمایا ہے اور بصیرت فہم اور نور عطا فرمایا ہے وہ کھلی آنکھوں اس کی برکت دیکھتا ہے۔ بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ ایک تو خود نیک کام سے محروم رہو اور دوسرا کرے تو اس پر لعن وطعن کرو بھلا حق تعالیٰ کو کیا منہ دکھلاؤ گے۔ جبکہ اس کے دوستوں کے درپے ہوتے ہو اور علاوہ فائدہ مذکورہ کے توکل اختیار کرنے میں بہت سے دینی فائدے ہیں اور متوکلین جو مخلوق کی تعلیم کرتے ہیں ان کی خدمت کرنا بقدر ان کے ضروری خرچ پورا ہونے کے فرض ہے۔ سو اپنا حق نذرانہ سے لینا کیوں برا سمجھا گیا جبکہ غیر متوکلین بھی اپنے حقوق خوب مار دھاڑ سے لڑائی لڑ کر وصول کرتے ہیں۔ حالانکہ متوکلین تو بہت تہذیب اور لوگوں کی بڑی آرزو کرنے سے اپنا حق قبول کرتے ہیں اور نذرانہ قبول کرنے میں جبکہ ذلت نہ ہو اور استغنا اور بے پروائی سے لیا جاوے جبکہ اس کے واپس کرنے میں دینے والے کی سخت دل شکنی ہو تو ظاہر ہے کہ اس میں بھلائی ہے یا برائی ہے حقیقت یہ ہے کہ ایسے حضرات جو سچے متوکل ہیں ان کو بڑی عزت سے روزی میسر ہوتی ہے مگر ان کی نیت اور توجہ محض خدا کے بھروسہ پر ہوتی ہے مخلوق کی طرف نگاہ نہیں ہوتی اور جو مخلوق سے طمع رکھے اور مخلوق پر نگاہ کرے وہ دغا باز ہے وہ ہمارے اس کلام سے خارج ہے۔ ہم نے تو سچے توکل والوں کی حالت بیان کی ہے۔ کسی کو حقیر سمجھنا خصوصاً خاصان خدا کو بڑا سخت گناہ ہے اور ان حضرات کا اس میں کوئی ضرر نہیں بلکہ نفع ہے کہ برا کہنے والوں کی نیکیاں قیامت کے روز ان کو ملیں گی۔ تباہی تو ان کی ہے جو برا کہتے ہیں کہ دین ودنیا کی تباہی ہوتی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ توکل کی اجازت شریعت نے ہر شخص کو نہیں دی ہے۔ اس کی ہمت کرنا اور اس کی شرطوں کا پورا ہونا بہت دشوار ہے۔ اسی وجہ سے ایسے حضرات بہت کم پائے جاتے ہیں گویا کہ معدوم ہیں۔

حلال کمانے میں بڑی برکت ہے اور واقعی اس کی خاص تاثیر اور ایسا مال کھانے سے نیکی کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ اعضاء عقل کی تابعداری کرتے ہیں۔ حضرت سیدنا ومولانا ابو حامد محمد غزالی نور اللہ مرقدہ ایک بہت بڑے درویش سے یعنی حضرت سہیل رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ جو حرام کھاتا ہے اعضاء اس کی عقل کی اطاعت چھوڑ دیتے ہیں یعنی عقل نیکی کا حکم کرتی ہے اور وہ اس کی اطاعت نہیں کرتے مگر یہ بات ان ہی حضرات کو معلوم ہوتی ہے جن کے دل کی آنکھیں روشن ہیں ورنہ جن کا دل سیاہ ہے وہ تو شب وروز اس میں مشغول رہتے ہیں اور خوب لذت اڑاتے ہیں اور ان کو کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ قلب کی حس اور دل کی بینائی اور بصیرت کو قائم رکھے (آمین)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک جو بڑے عالم اور زاہد اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے ایک درہم مشتبہ مال لوٹا دینا خواہ مجھے ہدیہ کے ذریعہ سے یا کسی اور طریقہ سے زیادہ محبوب ہے چھ لاکھ درہم خیرات کرنے سے۔ افسوس کہ ہم صریح حرام بھی نہیں چھوڑتے۔ برا مال کھانے سے بڑی خرابیاں نفس میں پیدا ہوتی ہیں یہ انسان کو ہلاک کرنے والا ہے

(از جناب علی بہادر صاحب ضلع بنوں)

تقویٰ کے معنیٰ لغوی و اصطلاحی لغت میں تقویٰ کے معنیٰ حفاظت کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ان چیزوں سے بچنے کو تقویٰ کہتے ہیں جو آخرت کے لحاظ سے نقصان دہ ہوں خواہ از قبیل عقائد و اخلاق ہوں یا از قبیل اقوال و افعال و احوال ہوں۔

درجات و مراتب تقویٰ چونکہ نقصان کے درجات مختلف ہیں اسی اعتبار سے تقویٰ کے درجات (و مراتب) بھی مختلف ہیں۔

پہلا مرتبہ یہ ہے کفر سے توبہ کرکے اسلام میں داخل ہو اور اپنے کو ہمیشہ کے عذاب سے بچالے۔ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (الفتح: ۲۶)۔ میں تقویٰ سے یہی معنیٰ مراد ہیں

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اپنے نفس کو کبیرہ گناہوں کے ارتکاب اور صغیرہ گناہوں کے اصرار کے نقصان سے محفوظ رکھے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا (الاعراف: ۹۶) "اور کبھی بستیوں والے یقین لاتے اور بچ جاتے"۔

اہل شریعت کی اصطلاح میں جب تقویٰ کا لفظ بولا جاتا ہے تو یہی معنیٰ مراد ہوتے ہیں۔ اور کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

خَلِّ الذُّنُوْبَ صَغِيْرَهَا وَكَبِيْرَهَا ذَاكَ التُّقٰى
وَاصْنَعْ كَمَاشٍ فَوْقَ اَرْ ضِ الشَّوْكِ يَحْذَرُ مَا يَرٰى
لَا تَحْقِرَنَّ صَغِيْرَةً اِنَّ الْجِبَالَ مِنَ الْحَصٰى

ترجمہ: (۱) چھوٹے اور بڑے سب گناہوں کو چھوڑ دے یہی تقویٰ ہے۔ (۲) خدا کی راہ میں اس طرح چل جس طرح خاردار جنگل میں ڈر ڈر کر اور سنبھل کر کوئی چلتا ہے (۳) چھوٹے سے چھوٹے گناہوں کو بھی حقیر مت سمجھ چھوٹے چھوٹے سنگریزوں ہی سے پہاڑ بنتے ہیں

تقویٰ کی حقیقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے تقویٰ کی حقیقت دریافت کی تو انہوں نے یہ جواب دیا: کہ اے امیر المؤمنین! کیا آپ کبھی کسی پُر خار راستہ سے بھی گزرے ہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ ابی بن کعب نے کہا: کہ اے امیر المؤمنین! پھر آپ نے اس وقت کیا کیا؟ فرمایا: کہ میں نے دامن چڑھائے، بچا بچا کر قدم رکھے، کانٹوں سے بچنے کے لئے اپنی تمام جدوجہد کو خرچ کر ڈالا۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ اے امیر المؤمنین! بس یہی تقویٰ ہے۔ یعنی حق جل شانہ کی نافرمانی سے بچنے کے لئے اپنی پوری ہمت اور طاقت کو خرچ کر دینے کا نام تقویٰ ہے۔ اسی لئے ارشاد ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ (الحجرات: ۱۳) "یقیناً اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کی نافرمانی سے بچنے والا ہے"۔

فائدہ: اگر دنیاوی ذلت و ندامت سے ڈر کر معصیت (گناہ) کو چھوڑا تو وہ تقویٰ نہیں۔ خدا کے ڈر سے گناہ کو چھوڑنے کا نام تقویٰ ہے۔

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ دل ہر اس چیز سے محفوظ کر لیا جائے

بقیہ صفحہ ۲ پر

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی پوشیدہ مہربانیاں اور احسانات

مولانا محمد شعیب صاحب
امام مسجد فاطمہ، لاہور

نہ تیری طاعت اس کو کچھ نفع بخشتی ہے اور نہ تیری معصیت اس کو کوئی نقصان پہنچاتی ہے۔ تجھ کو صرف اس لئے طاعت کا حکم کیا اور معصیت سے روکا کہ اس کا نفع تیری طرف لوٹے۔

فائدہ: اے بندے! تیری نیکی حق تعالیٰ کی پاک ذات کو کوئی نفع نہیں پہنچاتی اس لئے کہ وہ سب سے غنی بالذات ہے۔ اور نہ تیری نافرمانی اس کا کچھ بگاڑ سکتی ہے اس لئے کہ وہ زبردست قہار ہے۔ نیکی کا حکم اور نافرمانی سے ممانعت تجھ کو صرف اس لئے فرمائی کہ نیکی کرنے اور گناہ سے باز رہنے کا نفع دین اور دنیا میں تجھ کو ہی ملے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا (الجاثیہ: ۱۵) پس مقتضی یعنی تقاضا اس کا یہ ہے کہ نیکی کر کے اور گناہ سے رک کر تیرے نفس کے اندر ذرہ برابر اس کا شائبہ نہ ہو کہ میں نے کوئی کام کیا ہے اس لئے کہ یہ تو اس وقت زیبا ہے جبکہ اس کام کا نفع کسی غیر کو ہو مگر کیا ہے تو اپنے واسطے اور نہیں کیا تو اپنا نقصان کیا دوسرے پر اس کا کیا احسان ہے اور کسی کا کیا نقصان ہے کسی متوجہ ہونے والے کی توجہ نہ اس کی بے انتہاء عزت وعظمت کو کچھ بڑھاتی ہے اور نہ کسی روگردانی کرنے والے کی روگردانی اس کی عزت گھٹاتی ہے۔

فائدہ: انسان کے نفس کا خاصہ یہ ہے کہ اپنے اوپر دوسرے کو قیاس کرتا ہے۔ خیر اپنی جنس کو اگر قیاس کرے تو کسی درجہ میں صحیح بھی ہو سکتا ہے لیکن یہ نفس جاہل حق تعالیٰ شانہ کی ذات پاک کو بھی اپنی حماقت وجہالت سے بعض امور یعنی بعض کاموں میں اپنے اوپر قیاس کرتا ہے چنانچہ بعض جاہلوں کو اگر کچھ توجہ الی اللہ ہوتی ہے تو اس کے نفس میں شائبہ موجود ہوتا ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے دین کو عزت ورونق دیدی یا کوئی شخص جو پہلے دین کا حامی اور خیر کے کاموں میں شریک ہوتا تھا۔ وہ اگر اس سے روگردانی کر جائے یا مر جائے تو سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں کمی آ گئی۔ شیخ رحمہ اللہ اس شبہ کو دور فرماتے ہیں کہ یاد رکھو کہ کسی متوجہ ہونے والے کی توجہ اسکی بے انتہا عزت کو نہیں بڑھا سکتی اس لئے کہ اس کی عزت خود حقیقتاً خود کامل ہے اس میں بڑھنا ناممکن ہے اور نہ کسی کی روگردانی اس کی عزت کو گھٹا سکتی ہے جو اس کی طرف متوجہ ہو خود اس کا نفع ہے یا اعراض کرے تو اس کا ہی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پورے دین پر اخلاص سے عمل کرنے کی توفیق محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرمائیں (آمین)

(ماخوذ از: اکمال الشیم)

بقیہ ماہ صفر اور غلط عقیدے

جتنا اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے وہم اور خوف سے حفاظت ہو گی۔ جتنا اللہ تعالیٰ سے دور ہوں گے اتنا مصائب وآفات میں گھریں گے۔ نفع ونقصان، عزت وذلت، صحت وبیماری سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں ہیں وہ مالک الملک ہے جیسے چاہے تصرف کرے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اس کے احکامات کی تابعداری ہر انسان کا فریضہ ہے اسی سے وہ خوش ہوتا ہے اور دنیا وآخرت کی کامیابی عطا فرماتا ہے۔ وما علینا الا البلاغ (از مخزن مواعظ)

اللہ تعالیٰ ہمیں پوری شریعت پر عمل پیرا ہونے اور تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین ثم آمین)

مسواک (قسط 8)

حد — نیت — پکڑنے کا طریقہ
کرنے کا طریقہ — دعا — رکھنے کا طریقہ

مولانا محمد طیب الیاس
(ایم اے)
جامعہ ...

مسواک کی حد:"مسواک کی لمبائی" ایک بالشت سے زائد نہ ہو ورنہ اس پر شیطان سوار رہتا ہے ہاں اگر مسواک کرتے کرتے چھوٹی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ "مسواک کی موٹائی" چھوٹی انگلی کے برابر ہو۔(الحلیۃ)

نوٹ مسواک کے فوائد حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ روزانہ مسواک کے ریشے نئے ہوں یعنی روزانہ پرانے ریشوں کو کاٹتے رہیں اور نئے ریشے استعمال کرتے رہیں۔(سنت نبوی اور جدید سائنس ج ا)

مسواک کی نیت: میں اپنے منہ کو قرآن پاک پڑھنے کے لیے یا نماز میں خدا کا ذکر کرنے کے لیے پاک کرتا ہوں۔(احیاء العلوم)

مسواک پکڑنے کا سنت طریقہ: مسواک دائیں ہاتھ سے پکڑنا سنت ہے۔حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ بائیں ہاتھ سے مسواک کرنا شیطان کا فعل ہے۔مسواک پکڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی چھنگلیا مسواک کے نیچے رکھے اور اس کے اوپر چھنگلیا کے برابر والی پھر درمیان والی انگلی پھر شہادت والی انگلی رکھے اور انگوٹھا مسواک کے سر کے نیچے رکھے۔(شامی)

فائدہ: مسواک کو خلاف سنت پکڑنے سے (یعنی مٹھی میں دبا کر) بواسیر کا مرض پیدا ہوتا ہے۔(مراقی الفلاح)

مسواک کرنے کا مستحب طریقہ: پہلے مسواک دائیں جانب اوپر کے دانتوں میں کرے پھر بائیں جانب اوپر کے دانتوں میں کرے پھر دائیں جانب نیچے کے دانتوں میں کرے پھر بائیں جانب نیچے کے دانتوں میں کرے پھر سامنے کے دانتوں میں کرے پھر مسواک دھوئے۔یہ ایک دفعہ ہوا اس طرح تین دفعہ کرلے اور ہر مرتبہ نیا پانی لے۔دانتوں میں عرضاً (چوڑائی کے رُخ) کرے اور زبان پر طولاً (لمبائی کے رُخ) کرے۔(احکام و آداب طہارت وضو اور نماز)

مسواک کرنے میں اعتدال سے کام لے (یعنی مسواک زیادہ دیر دانتوں میں نہ رگڑے) کیونکہ اس میں زیادہ مبالغہ کرنا دانتوں کی آب و تاب ختم کر ڈالتا ہے نیز اس سے دانت کمزور ہو جاتے ہیں (فضائل مسواک)

نوٹ: لیٹ کر مسواک کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے تلی بڑھتی ہے لہذا اس سے بچے نیز جب بھی مسواک کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو دھو کر استعمال کرے جب مسواک کر کے فارغ ہو جائے جب بھی دھوئے ورنہ شیطان اس کو استعمال کرتا ہے۔

مسواک کی دعا

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ فَمِیْ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ وَطَھِّرْ بَدَنِیْ وَحَرِّمْ جَسَدِیْ عَلَی النَّارِ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ (عمدۃ القاری)

ترجمہ"اے اللہ میرے منہ کو پاک اور میرے دل کو منور اور میرے بدن کو پاک فرما میرے جسم پر جہنم کو حرام فرما اور مجھے اپنے فضل سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔"

مسواک رکھنے کا طریقہ: مسواک کو کھڑا کر کے رکھے اس طرح کہ ریشہ والی جانب اوپر ہو زمین پر نہ پھینکے

بقیہ صفحہ ۲۷ پر

چوتھی قسم ایک جماعت ایسی بھی ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھرے ہوئے ہیں، ہمیں اخلاق کا کمال حاصل ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ سے تعلق اعلیٰ درجے کا حاصل ہے لیکن نماز، روزے کی پابندی نہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ حضرت کچھ لوگ ایسے ہیں وہ یہ کہتے ہیں "قَدْ وَصَلْنَا فَلَا حَاجَةَ لَنَا اِلٰی صَلٰوۃٍ وَّصِیَامٍ" "ہم تو اللہ تعالیٰ تک پہنچے ہوئے ہیں، ہمیں نماز، روزے کی اب ضرورت نہیں ہے۔ حضرت جنید بغدادی جن کا لقب ہے سید الطائفہ (اولیاء اللہ کے سردار)، انہوں نے فرمایا کہ "صَدَقُوْا فِی الْوُصُوْلِ وَلٰکِنْ اِلٰی سَقَر" "کہ پہنچے ضرور ہیں لیکن جہنم کی طرف پہنچے ہوئے ہیں "لَوْ عِشْتُ اَلْفَ عَامٍ مَاتَرَکْتُ مِنْ اَوْرَادِیْ شَیْئًا اِلَّا لِعُذْرٍ شَرْعِیٍّ" "کہ میری ہزار سال کی بھی عمر ہو جائے تو میں کوئی نفلی وظیفہ بھی نہ چھوڑوں فرض تو بڑی چیز ہے "اِلَّا لِعُذْرٍ شَرْعِیٍّ" میں تو نفلی وظیفہ بھی نہ چھوڑوں سوائے عذر شرعی کے تو صرف یہ کہنا کہ ہمارے اخلاق ٹھیک ہیں ہمارا دل اللہ تعالیٰ سے ملا ہوا ہے۔ ہمارے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے یہ تو کہیں، لیکن نماز، روزے کی پابندی نہ کریں تو یہ بھی غلط ہے۔ اَلشَّیْئُ اِذَا ثَبَتَ ثَبَتَ بِلَوَازِمِهٖ کہ جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اس کے لازم بھی ساتھ ثابت ہوتے ہیں۔

تَعْصِی الْاِلٰهَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ
هٰذَا لَعُمْرِیْ فِی الْفِعَالِ بَدِیْعٌ
اِنْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو اور ظاہر کرتے ہو کہ میرے اندر بڑی محبت ہے اللہ تعالیٰ کی۔ بعضے کہتے ہیں کہ ہم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ آتے ہیں، یہاں نہیں پڑھتے تو جناب پھر کھانا بھی خانہ کعبہ میں کھایا کریں، مکہ مکرمہ میں کھایا کریں، برکت کا کھانا ہوتا ہے۔ کھانا یہاں کھاتے ہیں، نماز خانہ کعبہ میں پڑھ آتے ہیں۔ کبھی بیٹھے بیٹھے کہتے ہیں "شی!.... شی!.... شی!.... (پوچھیں کہ) کیا بات ہے؟ (تو کہتے ہیں) مسجد حرام میں کتا آگیا تھا، میں نے اس کو بھگایا ہے۔ ایسی الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں، لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں، تو یہ غلط ہے۔ دعویٰ کرنا اللہ تعالیٰ کی محبت کا اور اللہ تعالیٰ کی احکام کی پابندی نہ کرنا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جب محبت ہے تو محبوب کے اشارے پر انسان جان دینے کو تیار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بار بار فرما رہے ہیں قرآن پاک میں نماز پڑھو! نماز پڑھو! آپ ٹس سے مس نہیں ہوتے، نماز نہیں پڑھتے یہ محبت کیسی ہے؟ جھوٹے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مثال دی ہے کہ جیسے انجن پٹڑی سے اتر کر ریت میں دھنس جائے اس کی مشین تو چلتی رہے لیکن ریت کے اندر دھنسا رہا، تو شور وغل تو بڑا مچائے گا لیکن ایک قدم بھی آگے نہیں چلے گا۔ تو جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھرے ہوئے ہیں اور اعمال میں صفر ہیں وہ ایسے ہی ہیں جیسے انجن شور مچا رہا ہے لیکن چل نہیں رہا۔ وہ بھی حق تعالیٰ کے قرب میں چل نہیں رہے کہ ایک صحیح نماز کا چھوڑنا بھی عذاب کا ذریعہ ہے۔ نماز نہیں چھوڑی جا سکتی۔

پانچویں قسم وہ ہے جو اس آیت میں مذکور ہے کہ اعمال ظاہری کی پابندی، احکام کی بھی پابندی اور

اخلاق کی بھی عمدگی۔ظاہر وباطن دونوں کے جامع ہیں

بر کفِ جام شریعت بر کفِ سندانِ عشق
ہر ہوسنا کے نداند جام وسندان باختن

ایک ہاتھ میں شیشے کا گلاس، یہ شریعت کی مثال ہے ایک ہاتھ میں ہتھوڑا، یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی مثال ہے دونوں کو صحیح سالم پکڑے،کمال تو یہ ہے۔ظاہر کا بھی پابند باطن کا بھی پابند۔ ے

صنما رہے قلندر سزدر بمن نمائی
کہ دراز ودور دیدم رہ ورسم پارسائی

اس میں بھی یہی بات مقصود ہے۔"صنما" اے صنم! اے بت! مراد اس سے شیخ ہے۔ بت چونکہ عمدہ قسم کا بنا کر رکھ لیتے تھے، پیارا لگتا تھا، اس لئے بعض اوقات شیخ کو صنم کہہ دیتے ہیں۔" رہے قلندر سزدر بمن نمائی" کہ مجھے قلندر کا راستہ بتا دیجئے۔ مجھے قلندر بنا دیجئے۔قلندر بزرگوں کی اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جو مراقبات اور تصورات زیادہ کرتا ہو،ظاہری نفلی عبادت کم کرتا ہو،آج کل تو ہر ایک کو قلندر کہہ دیتے ہیں

ع دما دم مست قلندر علی دا پہلا نمبر

ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں

ع دما دم مست قلندر علی دا چوتھا نمبر

نمبر تو چوتھا ہے۔یہ شیعہ ان مانگنے والوں کے ذریعے سے تبلیغ کرتے ہیں۔ان کو سکھاتے ہیں کہ یوں لوگوں کے گھروں میں جا کر کہو، یہ تو ان کی اصطلاح ہے۔بزرگوں کی اصطلاح میں جو قلندر کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ جو بزرگ ایسا ہو کہ ظاہری نفلی عبادت سے زیادہ مراقبات تصورات میں زیادہ مشغول رہتا ہو فرض کو تو ہم چھوڑ نہیں سکتے فرض کو کوئی نہیں چھوڑ سکتا۔فرض کو چھوڑ کر کوئی قلندر نہیں بنتا (البتہ) جہنمی بنتا ہے وہ تو جہنم میں جائے گا۔ تو قلندر کے یہ معنی ہیں کہ نفلی عبادت ظاہری کم کرے،ضروریات کا پابند ہو اور اخلاق میں بہت ترقی کرے۔اس کو قلندر کہتے ہیں، جامع ہو ظاہر وباطن کا لیکن اخلاق کی طرف توجہ زیادہ ہو۔نفلی عبادت کی طرف توجہ کم ہو۔رات کو سو نفل نہیں پڑھے چار ہی پڑھ لے۔صلوٰۃ اللیل پڑھ لے یا تہجد پڑھ لے، چار نفل پڑھ لے۔دوسرا وہ شخص ہے کہ سو نفل روزانہ پڑھتا ہے۔دس ہزار دفعہ کلمہ طیبہ روزانہ پڑھ لیتا ہے اور یہ (قلندر) پانچ سو دفعہ صرف پڑھتا ہے۔

ع صنما رہے قلندر سزدر بمن نمائی

اے شیخ مجھے قلندر کا راستہ دکھا دیجئے کہ

ع دراز ودور دیدم رہ ورسم پارسائی

کہ صرف ظاہری اعمال کر کے ترقی کروں یہ ذرا لمبا راستہ معلوم ہوتا ہے۔ظاہر کے ساتھ باطن بھی میرا ٹھیک ہونا چاہیے۔تا کہ ترقی زیادہ کر سکوں، یہ اسی آیت کا مفہوم ہے اس شعر میں۔

آیت میں حق تعالیٰ فرما رہے ہیں یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ کہ اے مسلمانو! تم یہ نہ سوچنا کہ اگر ہم عبادت چھوڑ دیں یا نعوذ باللہ ایمان ہی چھوڑ کر بیٹھ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ پھر اپنی خدائی کس پر کریں گے۔وہ ہمارے محتاج نہیں ہیں اپنی خدائی کیلئے۔جیسے ایک امام صاحب تھے ان کے پیچھے تین مقتدی کھڑے تھے۔امام صاحب بیچارے کا وضو ٹوٹ گیا۔وہ وضو کرنے کے لئے چلے گئے اور ان تین میں سے ایک کو پکڑ کر اپنی جگہ آگے کھڑا کر دیا۔اب پیچھے دو مقتدی رہ گئے۔انہوں نے کبھی ایسا دیکھا نہیں تھا کہ امام چلا جائے اور کوئی مقتدی امام بن جائے۔تو ان دو میں سے ایک نے دوسرے کو کہنی ماری اور کہنے لگا کہ یہ کیا ہو گیا؟۔۔دوسرا کہنے لگا "خاموش! نماز میں بولا نہیں کرتے"۔دونوں نے اپنی نماز توڑ دی۔انہوں نے تو توڑی تھی لیکن جو نئے نئے بیچارے امام بنے تھے وہ کہتے ہیں کہ میرے دو ہی مقتدی تھے دونوں نے نماز توڑ دی اب

میں نماز کس کو پڑھاؤں (مسئلہ یہ ہے کہ) عید اور جمعہ اکیلے امام نہیں پڑھ سکتا، کم از کم تین مقتدی ہونے چاہئیں، باقی سب نمازوں میں امام اگر اکیلا بھی ہو، پیچھے سارے مقتدی چلے بھی جائیں تو اپنی نماز پوری کرے، اس میں کوئی (حرج کی) بات نہیں، (نماز) ہو جائے گی۔ اگر خدانخواستہ بفرضِ محال سارے مومن ایمان چھوڑ کر بیٹھ جائیں تو حق تعالیٰ کبھی یہ نہیں فرمائیں گے کہ میرے سارے مومنوں نے ایمان چھوڑ دیا، اب میں خدائی کس پر کروں؟ اللہ تعالیٰ کو اپنی خدائی کرنے کے لئے مخلوق کی ضرورت نہیں ہے وہ تو ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے اور ہمیشہ خدا ہیں، خالق ہیں، مالک ہیں، ان کو کسی کے مومن ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اسی لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا بدر کے موقع میں فرمائی ہے اس کو علماء نے غلبۂ حال قرار دیا ہے یعنی غلطی سے یہی دعا فرمائی۔ انبیاء علیہم السلام پر غلبۂ حال بہت کم ہوتا ہے، اولیاء اللہ پر تو ہوتا ہی رہتا ہے ذرا سی کوئی بات ہوئی تو کچھ کا کچھ کہہ دیا۔ غلبۂ حال کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ کوئی خاص صفت غالب آ گئی، اس میں کوئی بات غلط کہہ دی۔ تو انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں میں غلبۂ حال نہیں ہوتا لا نادراً (یعنی بہت کم کبھی ہو بھی جاتا ہے)۔

جیسے جبریل علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ جب فرعون غرق ہو رہا تھا اس وقت کہا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (یونس: ۹۰) ساری عمر فرعون یہ کہتا رہا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہ میں خدا ہوں، اب جب تھپیڑے پڑے سمندر کے اور مرنے لگا تو دماغ ٹھیک ہو گیا، آخرت نظر آ گئی، اب جب خیال کیا کہ میں آگ میں جا رہا ہوں، اس وقت چیخا اور کہا کہ میں بھی ایمان لایا جیسے کہ بنی اسرائیل ایمان لائے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام اس کو ڈبونے کیلئے تشریف لائے تھے وہ کیچڑ اٹھا کر اس کے منہ میں ڈالنے لگے کہ کوئی لفظ ایسا نہ کہہ بیٹھے جس سے یہ بچ جائے۔ جس سے اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیں۔ جبریل علیہ السلام کو غصہ بڑا تھا کہ اس نے بڑے قتل کیے ہیں، بہت ظلم کیے ہیں، خدائی دعویٰ کیا ہے۔ اب یہ بچ جائے، اس کی توبہ قبول ہو جائے تو اچھا نہیں ہے حالانکہ توبہ کسی کی قبول ہو جائے تو کیا حرج ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام کا نقصان نہیں تھا لیکن غصہ اتنا تھا، غصہ میں مغلوب ہو گئے۔ علماء نے حضرت جبریل علیہ السلام کے اس عمل کو غلبۂ حال کہا ہے۔

جاہلوں کی چھ نشانیاں

﴿۱﴾---بے موقع غصہ (جاہل آدمی انسان، جانور بلکہ بے جان چیز پر بھی غصہ کرتا ہے)۔

﴿۲﴾---غیر مفید گفتگو (سمجھدار آدمی کبھی فضول باتیں نہیں کرتا یہ صرف جاہل کا کام ہے)

﴿۳﴾---بے موقع دینا (کسی کو کچھ دینا جس سے دنیا و آخرت کا کوئی فائدہ نہ ہو تو جہالت ہے)

﴿۴﴾---ہر ایک سے راز کھول دینا (بہت بڑے نقصان کی بات ہے)۔

﴿۵﴾---ہر کسی پر بھروسہ کر لینا (ہر کسی پر بھروسہ کرنے والا پچھتاتا ہے)۔

﴿۶﴾---دوست اور دشمن کی تمیز نہ کرنا (لباسِ خضر میں سینکڑوں راہزن بھی رہتے ہیں اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کیجئے)

(فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ)

حدیث

ستر کی حد

گھٹنے اور رانیں کھولنا جائز نہیں میں بے ستر ہونے کی ممانعت

از مدیر

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

زندہ اور مردہ کی ران دیکھنا سخت منع ہے

گھٹنے سے لے کر ناف تک مرد کا ستر ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ناف بھی ستر میں داخل ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ناف ستر میں داخل نہیں۔ بدن کا یہ حصہ کسی کے سامنے کھولنا یا کسی شخص کا اس جگہ کو دیکھنا جائز نہیں۔

(۱) حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے جرہد اسلمی رضی اللہ عنہ (جو اہل صفہ میں سے تھے) کو فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ران ستر ہے (ترمذی، ابوداؤد)

(۲) دوسری حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اے علی! نہ تو (دوسرے کے سامنے) اپنی ران کھولو اور نہ زندہ یا مردہ کی ران کی طرف دیکھو (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے ایک معمر صحابی سے فرمایا اے معمر! اپنی رانوں کو ڈھانپ لو کیونکہ رانیں ستر (یعنی پردے کی جگہ) ہیں۔ (مشکوٰۃ بحوالہ شرح السنۃ)

بلا مجبوری بے ستر (ننگا) ہونا لعنت کا کام ہے

اسلام نے کسی دوسرے کے سامنے ننگا ہونا یا کسی برہنہ شخص کی طرف دیکھنے کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے فرمایا: لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ إِلَيْهِ۔ دیکھنے والا اور جس نے دیکھا دونوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔ یہ لعنت قصداً دیکھنے میں ہے۔ بلا قصد و ارادہ نظر پڑ جائے اور فوراً ہٹا لے تو گناہ نہیں۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ایک رشتہ دار صحابی فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ایک بھاری پتھر اٹھا کر جا رہا تھا اسی دوران میرا تہبند کھل کر گر پڑا اور میں ننگا ہو گیا اور تہبند نہ اٹھا سکا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے مجھے اس حالت میں دیکھ کر فرمایا اپنا کپڑا اٹھاؤ اور ننگے مت چلو۔ (مسلم شریف)

حالت عریانی میں طواف اور سب کے سامنے غسل کرنے کی ممانعت

قریش کے سوا اکثر عرب ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتے تھے ۹ھ میں حج فرض ہوا اس سے پہلے فتح مکہ ہو چکا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم اس سال حج کیلئے تشریف نہ لائے۔ شاید اس کی وجہ یہی ہو کہ عرب ننگے ہو کر طواف کرتے تھے اور حدیثوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنواری پردہ نشین لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے اس لئے آپ نے حضرت ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما کو ایام حج میں مکہ روانہ فرمایا کہ کعبہ میں جا کر اعلان کر دیں کہ آئندہ کوئی شخص عریاں (ننگا) ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنے کا مجاز نہ ہو گا۔ یعنی آئندہ اجازت نہ ہو گی۔ (مسلم شریف)

اہل عرب بیت الخلا جاتے وقت اور پیشاب کرتے وقت پردہ نہ کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

یہودی برسر عام برہنہ ہو کر غسل کرتے تھے اور اس حالت میں بے تکلف ان کو دیکھتے تھے (بخاری شریف)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے بے ستر ہونے کی ممانعت فرمائی اور فرمایا خبردار آئندہ جو

کوئی (اس طرح) غسل کرے۔ پردہ داری کے ساتھ غسل کیا کرو (ابوداؤد)

ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کسی کو بے ستری کی حالت میں نہاتے ہوئے دیکھا تو منبر پر چڑھ کر فرمایا اللہ تعالیٰ باحیا اور پردہ پوش ہے حیا اور پردہ داری کو پسند کرتا ہے۔ تو تم میں سے کوئی نہانا چاہے تو پردہ کر لیا کرو (نسائی)

غسل خانہ میں پردہ صحیح ہو تو بالکل برہنہ ہو کر نہانا جائز ہے۔ خلوت اور تنہائی میں بھی بغیر ضرورت بالکل برہنہ ہونا جائز تو ہے مگر بہتر نہیں۔ حق تعالیٰ جل شانہ کے سامنے بندے کو حیادار بن کر رہنا چاہیے۔ بلکہ بزرگان دین لکھتے ہیں کہ بیت الخلاء میں جب بندہ جائے تو جتنا بیٹھنے کے قریب ہو سکے ہو کر ستر کھولنی چاہیے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اور لوگوں کی نسبت حق تعالیٰ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرم کی جائے (بخاری شریف)

نیز دوسری روایت میں فرمایا کہ پیشاب پاخانہ مقاربت کے سوا دوسری حالتوں میں برہنہ (بالکل ننگا) ہونے سے بچو۔

قبل (شرمگاہ) دبر (پیچھے والی شرمگاہ) کی طرح رانیں گھٹنے اور ناف کے نیچے والی جگہ ستر میں داخل ہیں۔ ورزش یا کسی کام کاج وغیرہ کیلئے گھٹنیا رانیں ننگی کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح نہر میں نہانا بھی درست نہیں ہے بلکہ کپڑے پہن کر بھی سب کے سامنے نہ نہانا چاہیے کیونکہ کپڑے گیلے ہو کر بدن سے چپک جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ستر اور نظر کی حفاظت کرنے اور رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین ثم آمین و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

ماہ صفر کو منحوس سمجھنا

ہجری سال کا دوسرا مہینہ صفر ہے۔ جاہلی عرب میں مشہور تھا کہ یہ مہینہ سخت منحوس ہے لیکن مُصلحِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جاہلانہ توہم کی تردید میں فرمایا:

"لَا عَدْوَیٰ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ" الحدیث (بخاری)

''مرض لگ جانے اور الو سے نحوست اور ماہ صفر کو مصیبت اور نحوست کا مہینہ گمان کرنا بے اصل ہے''

لیکن اسلامی تعلیمات سے بے خبر ہونے کے باعث پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں میں جہاں اور خام خیالیاں اور وہم پرستیاں رائج ہیں وہاں یہ بھی مشہور ہے کہ صفر کا مہینہ منحوس اور نزول بلیات (مصائب) کا مہینہ ہے۔ مسائل نماز میں اردو کی ایک کتاب ''رکن دین'' مشہور ہے جسے مولوی رکن الدین الوری نے تالیف کیا تھا۔ اس میں نہ صرف ماہ صفر کو منحوس اور نزول بلا کا مہینہ بتایا ہے بلکہ اپنے زعم ناقص (خیال باطل) کی تائید میں ایک موضوع روایت سے بھی استدلال کیا ہے اور لکھا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے ''کہ جو کوئی ماہ صفر کے گزرنے کی خوشخبری سنادے میں اس کو جنت میں داخل ہونے کی بشارت دیتا ہوں''۔

مگر یہ روایت بالکل موضوع اور من گھڑت ہے۔ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب موضوعات کبیر میں فرمایا ہے کہ حدیث مَنْ بَشَّرَنِی بِخُرُوْجِ صَفَرَ بَشَّرْتُهٗ بِالْجَنَّةِ لَا اَصْلَ لَهٗ یعنی اس حدیث کی کوئی اصل و حقیقت نہیں کہ جو کوئی مجھے ماہ صفر کے گزرنے کی بشارت دے اس کو میں جنت کی خوشخبری سناتا ہوں۔

عام طور پر پاکستان اور ہندوستان کی عورتیں ماہ صفر کو تیرہ تیزی کے نام سے موسوم کرتی ہیں۔ یہ نام اسی عقیدہ نحوست کی بناء پر تجویز کیا گیا ہے۔ اس مہینہ کی تیرہویں تاریخ کو بعض خاندانوں میں ابلے ہوئے چنے روٹیا (مصیبت دور کرنے) کے خیال سے تقسیم کیے جاتے ہیں لیکن یہ سب غیر اسلامی خرافات اور سراپا توہمات ہیں۔ (از اصلاحات کبریٰ)

از افادات: مولانا ابو القاسم رفیق دلاوری قدس سرہ

احسن المکاتیب

مکاتیب حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ بنام حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ

حال: آج کل یہ جملہ احقر کی زبان پر بہت رہتا ہے "یا الٰہی رحم فرما"

ارشاد: یہ نعمت ہے۔

حال: حضرت والا نے عوام اور طلباء کی مجلس سے دور رہنے کے متعلق فرمایا ہے۔ احقر پہلے بھی اس کا بہت خیال رکھتا تھا۔ اب ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں احقر اور زیادہ تحقیق کے ساتھ عمل کرے گا۔

ارشاد: جزاکم اللہ

حال: نماز میں دل لگانے کے طریقہ کے ذیل میں حضرت والا نے تحریر فرمایا تھا کہ "توجہ کو نماز کے ارکان کی طرف رکھے" اس جگہ ارکان سے مراد رکوع و سجود وغیرہ ہیں یا وہ الفاظ جو نماز میں پڑھے جاتے ہیں؟

ارشاد: دونوں قصد سے ادا کرے، افعال بھی اقوال بھی۔

حال: حضرت والا نے جو اذکار تجویز فرمائے ہیں وہ احقر بالجہر پڑھا کرے یا آہستہ؟

ارشاد: جہر غیر مفرط سے ادا کرو۔ (یعنی کچھ آواز میں ہو بہت زیادہ اونچی آواز نہ ہو)

حال: غیبت کی بعض باریک باریک صورتیں جن کا غیبت میں داخل ہونا احقر کو مستحضر نہ تھا۔ ان سے توبہ کی ہے اور آئندہ بچنے کیلئے زیادہ کوشش کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جن کی غیبت کرنا یاد آتا جاویگا ان سے معافی طلب کرنے کی سعی بھی ان شاء اللہ تعالیٰ احقر کرے گا۔ کیا غیبت سے بچنے کی اتنی تدبیر کافی ہے کہ تقلیل اختلاط مع الانام (مخلوق سے کم تعلق) کیا جاوے۔ بات کرتے وقت پہلے خوب سوچا جاوے اور کسی کے اچھے یا برے تذکرے کو سننے یا کرنے سے حتی الامکان احتراز (پرہیز) کیا جاوے۔ کیا اتنی تدبیر کافی ہے؟ (۱) یا مزید تدبیر کی بھی ضرورت ہے۔ اس مزید سے مطلع فرماویں نیز دعا بھی امداد من اللہ کی فرماویں (۲)۔

ارشاد: (۱) کافی اور کاوش مضر ہے (۲) انشاء اللہ کافی ہے۔

حال: مزاح کی عادت ہی ڈال لینا، غور کرنے سے معلوم ہوا کہ مزاح احقر کی تقریباً عادت ہی بن چکا ہے جس کو تبلیغ دین میں مرض لکھا ہے کیا یہ واقعی مرض میں داخل ہے (۱) اور کیا اس کے لئے بھی وہی تدبیر کافی ہے جو اوپر عرض کی گئی ہے (۲)۔

ارشاد: (۱) عادت مرض کا ذریعہ ہے اس واسطے اس کو مرض کہہ دیا گیا ہے۔ (۲) کافی ہے۔

حال: تکبر مع المتکبرین۔ یہ اخلاق مذمومہ میں داخل ہے یا محمودہ میں (!)، احقر میں یہ بہت پایا جاتا ہے۔ آئندہ اس پر عمل کرنے نہ کرنے کے متعلق احقر کیا رویہ اختیار کرے (۲)۔

ارشاد: (۱) مبتدی کو اس کا ترک بہتر ہے۔ (۲) فکر ہمت سے کام لیکر بچے۔

زم زم اور انار

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا زم زم (والا پانی) ہر بیماری کیلئے شفا ہے۔

(ابو داؤد)

نیز فرمایا کہ ہر انار کے اندر جنت کے پانی کا ایک قطرہ ہوتا ہے۔

(اَبُو نُعَیم)

اتباع سنت کا اہتمام

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
از جناب محمد راشد خان صاحب
[illegible]

(۱) **فرمایا** جن سنتوں پر خاندان یا معاشرہ مزاحمت نہیں کرتا ان پر عمل فوراً شروع کر دیں جیسے کھانے پینے کی سنتیں، سونے جاگنے کی سنتیں وغیرہ۔ تو اس سے نور پیدا ہوگا اور نور سے روح میں قوت پیدا ہوگی اور پھر ان سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق ہونے لگے گی جو نفس پر مشکل ہیں اور معاشرہ اور ماحول اس میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ (مجالس ابرار ص ۳۲ حصہ اول)

(۲) **فرمایا** سنت کا راستہ اسہل، اجمل اور اکمل ہے مثلاً ہاتھ دھو کر کھانا یہ اجمل ہے۔ سامنے سے کھاؤ یہ اسہل ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی بَرَکَةِ اللّٰهِ کہہ کر کھاؤ یہ اکمل ہے کیونکہ اس سے تعلق مع اللہ پیدا ہوا۔ (۱۴ الابرار)

(۳) **فرمایا** دنیا میں ہم ہر چیز بڑھیا (عمدہ) پسند کرتے ہیں امرود عمدہ ہو، کیلا عمدہ ہو، مکان عمدہ ہو، لیکن وضو عمدہ ہو، نماز عمدہ ہو اس کی فکر نہیں۔ وضو اور نماز عمدہ ہوتی ہے ان کی سنتوں کی پابندی سے۔ امرود کا باطن اچھا ہو لیکن اس کے اوپر داغ ہو آپ نہیں پسند کرتے۔ پس مسلمان کا ظاہر بھی عمدہ ہو اور باطن بھی عمدہ ہو۔ زمانہ ہو گیا وضو کرتے اور نماز پڑھتے مگر سنتیں وضو اور نماز کی معلوم نہیں الا ماشاء اللہ۔ اور دماغ کا یہ حال ہے کہ موٹر کھول کر ہر جز علیحدہ کر دیا اور صاف کر کے پھر سب کو فٹ کر دیا۔ جنرل اسٹورز کی ہزاروں چیزیں از بر یاد کہ کون سی چیز کہاں ہے۔ گاہک نے مانگی اور فوراً ہاتھ پہنچا مگر افسوس کہ آخرت کے معاملہ میں اس دماغ اور حافظہ کو استعمال ہی نہیں کیا کہ وضو اور تمام سنتوں کو اور سونے جاگنے چلنے پھرنے کھانے پینے کی تمام سنتوں اور دعاؤں کو سیکھتے۔

اے کہ دنیا میں اتنا چست ہے
دین میں کیوں آخر اتنا سست ہے

اگر ایک سنت ایک دن میں یاد کریں تو ۳۶۰ دن میں ۳۶۰ سنتیں یاد ہو جائیں گی۔ (ص ۵۵)

(۴) **فرمایا** سنت کے معنی کامل عمل اور صحیح عمل ہے۔ (ص ۱۳ حصہ دوم)

(۵) **فرمایا** بدعت کا گندہ پانی نکالنے کا سہل طریقہ یہ ہے کہ سنتوں کی خوب اشاعت کی جائے۔ جب سنت کے صاف پانی کا بہاؤ آئے گا۔ گندہ پانی خود بخود ختم ہو جائے گا۔ (ص ۴۱)

(۶) **فرمایا** سنتوں کو خوب پھیلانا چاہئے۔ ایک دو سنت ہر روز ہر مدرسہ اور ہر مسجد میں سکھائیں سنتوں کے پھیلنے سے بدعت خود بخود دفنا ہونے لگے گی۔ ایک انگریزی اسکول کے لڑکے کو ایک سنت ہر روز سکھائی گئی۔ جب بیس سنتیں یاد ہو گئیں تو ان پر عمل کی برکت سے انگریزی بالوں کے متعلق خود ان کو توفیق ہوئی پوچھا کہ بالوں کی سنت کیا ہے۔ بس جھٹ بال خود بخود ختم کرنے کی توفیق ہو گئی۔ اتباع سنت کی برکت عجیب ہے۔ گلزار سنت اور تعلیم الدین سے ایک ایک سنت روز یاد کرائی جائے۔ (ص ۵۵)

(۷) **فرمایا** جہاں سنتوں کو خوب پھیلایا گیا وہاں کے عوام سے وہ بدگمانی جو ہمارے اکابر کیساتھ تھی جاتی رہی اور ان کی سمجھ میں آ گیا کہ یہ تو بڑے ہی اصلی عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہر سنت کا طریقہ اسہل، اجمل اور اکمل ہے۔ (ص ۵۶)

(۸) **فرمایا** سنت کے مطابق کام کرنے سے ہماری طبعی حاجات بھی عبادت بن جاتی ہیں جیسے کہ کھانا پینا، سونا جاگنا، استنجا کرنا یہ انسان کی ضروری حاجتیں

بقیہ صفحہ ۲۲ پر

مقام والدین

جناب محمد ہارون مغل صاحب
لاہور

اللہ سبحانہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی روشنی میں

ماں باپ.....

﴿۱﴾ ۔۔۔رحمت و شفقت، کرم وعنایت اور محبت کا پیکر ہوتے ہیں۔

﴿۲﴾ ۔۔۔ایسی نعمت ہیں جس کا کوئی بدل نہیں۔

﴿۳﴾ ۔۔۔قابل قدر و احترام، واجب العزت والاکرام اور لائق خدمت واحسان ہیں اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

﴿۴﴾ ۔۔۔کی بخشش ومغفرت کیلئے دعا کرنے کا اللہ سبحانہ نے خصوصی حکم دیا ہے۔

﴿۵﴾ ۔۔۔اولاد کے حق میں مستجاب الدعا ہوتے ہیں اگرچہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں۔

﴿۶﴾ ۔۔۔کی رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا اوران کی ناراضگی میں اللہ جل شانہ کی ناراضگی پنہاں ہے۔

﴿۷﴾ ۔۔۔کی خدمت واطاعت سے رزق اورعمر میں برکت ہوتی ہے۔

﴿۸﴾ ۔۔۔کوایک بارنظر شفقت سے دیکھنے پر ایک حج مقبول کاثواب ملتا ہے۔(شعب الایمان للبیھقی)

﴿۹﴾ ۔۔۔کا شکر ادا کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا رب ذوالجلال کا شکر ادا کرنا ضروری ہے۔

﴿۱۰﴾ ۔۔۔کے بعض حقوق ان کی وفات کے بعد بھی واجب الادا رہتے ہیں۔(ترمذی، ابن ماجہ)

﴿۱۱﴾ ۔۔۔کے نافرمان کو موت سے پہلے اس جہاں میں ضرور سزا ملتی ہے(مستدرک حاکم)اوران کی اطاعت پر اس جہاں میں بے شمار نعمتیں ملتی ہیں۔

﴿۱۲﴾ ۔۔۔کے سامنے اظہار ذلت وکمتری کا اللہ پاک نے حکم دیا ہے۔

﴿۱۳﴾ ۔۔۔کے نافرمان پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی ہے۔(دارمی، نسائی، مسند احمد)

﴿۱۴﴾ ۔۔۔کے حکم پر بیوی کوطلاق دیناواجب ہے بشرطیکہ سبب شرعی ہو۔(ترمذی)

﴿۱۵﴾ ۔۔۔کی خدمت کا فریضہ جہاد میں جان قربان کرنے جیسے فرض پر مقدم ہے(متفق علیہ)

﴿۱۶﴾ ۔۔۔ماں کے قدموں کے پاس اللہ سبحانہ کی اعلیٰ ترین نعمتوں کا مجموعہ"جنت" ہے۔

﴿۱۷﴾ ۔۔۔ماں کی خدمت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت جیسے اعلیٰ مقام ومرتبہ پر مقدم ہے
(از واقعہ اویس قرنی رحمہ اللہ)

﴿۱۸﴾ ۔۔۔ماں کی آنکھوں کوسکون بخشنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کوفرعون کی قتل و غارت گری سے محفوظ رکھا۔

بھائیو اور بہنو! آج ہم اپنے والدین کی قدر کرلیں اس سے پہلے کہ وقت ہم سے چھین لیا جائے اورہم کف افسوس ملتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں والدین کا مقام سمجھنے ان کی فرمانبرداری کرنے اور دعاؤں کے اس خزانوں کو لوٹتے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین ثم آمین

پانچ جگہ بات کرنا مکروہ ہے

(۱)جنازہ کے پیچھے۔(۲)تلاوت قرآن کے وقت (۳)خطبے کے وقت(۴)بیت الخلا میں۔ (۵)بوقت جماع۔ (ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ)

قسط ۱ / پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ (بیان) حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مد ظلہ دامت برکاتہم

مؤرخہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ بمطابق ۳۰ جنوری ۲۰۰۵ء

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم صدر دار العلوم کراچی کا

جامعہ عبداللہ بن عمر میں بیان ہوا، ان کے بیان کے متن کی پہلی قسط ہدیہ قارئین ہے

أَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ الَّذِیْنَ إِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ
یَسْتَوْفُوْنَ وَإِذَا کَالُوْھُمْ أَوْ وَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ أَلَا یَظُنُّ
أُولٰئِکَ أَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ
لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (المطففین ۱ تا ۶) صدق اللّٰہ العظیم

بزرگانِ محترم، برادرانِ عزیز، عزیز طلبہ محترم خواتین، میری ماؤں، بہنوں اور بیٹیو!

مجھے خوشی ہے کہ آپ کے مدرسے میں مجھے آپ سے خطاب کا موقع مل رہا ہے۔ اس مدرسہ کو جتنا دیکھا ہے اس کو دیکھ کر خوشی بھی بہت ہوئی اور دل سے دعائیں نکلیں۔ اللہ تعالیٰ اس مدرسے کو اس پورے علاقے کیلئے اور دور دور کیلئے مینار ہدایت بنائیں اور یہاں سے علماء صالحین اور باعمل علماء کرام تیار ہوں آمین

میرے مرشد حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ انہوں نے مجھے وصیت کی تھی فرمایا تھا کہ "دیکھو! رسمی تقریریں نہ کرنا، فرمائشی تقریریں نہ کرنا"۔ رسمی تقریروں سے مراد یہ کہ بس مقصود تقریر کرنا ہے، کچھ قصے ہو جائیں، کچھ شعر ہو جائیں، کچھ لطیفے ہو جائیں، کچھ باتیں ہو جائیں، وقت گزاری میں کچھ نصیحت کی باتیں بھی ہو جائیں۔ فرمایا کہ ایسی تقریریں مت کرنا اور نیز فرمایا کہ کہ فرمائشی تقریریں نہ کرنا یعنی جس طرح ہوتا ہے کہ بعض اوقات کوئی موضوع مقرر کر دیا جاتا ہے کہ اس موضوع پر تقریر کرنی ہے، فرمایا کہ (اس طرح) نہیں ...... بلکہ جہاں جاؤ یہ دیکھو کہ زخم کہاں ہے؟.... زخم پر مرہم لگاؤ!... جہاں جاؤ وہاں کی ضرورت کو دیکھو!.... وہاں آپ کے جو مخاطب ہیں جن سے آپ بات کریں گے ان کی ضرورت کیا ہے؟.... اس کو بتائیں!...." الحمدللہ ان کی یہ وصیت مجھے یاد رہتی ہے اور اس پر عمل کی کوشش بھی کرتا ہوں۔

آج کل کچھ عرصے سے بلکہ کافی عرصے سے میرے دل پر ایک شدید تقاضا ہے کہ جہاں جاؤں اس پر بات کرو کم از کم پاکستان کے اندر، کیونکہ پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ میرے نزدیک اس وقت وہی ہے چنانچہ اب ہر جگہ تو یہ بات نہیں ہو سکتی لیکن کوشش کرتا ہوں کہ جہاں مجھے موقع مل جائے تفصیل سے بات کرنے کا وہاں یہ بات میں کہوں۔ ملتان میں بھی یہی کہا تھا، پرسوں سرگودھا میں بھی میں نے یہی عرض کیا، یہاں بھی یہی بات کہنا چاہتا ہوں اور ضرورت اس کی اس وجہ سے ہے کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص مجھ سے پوچھے کہ پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟ معاشیات کے اعتبار سے، اخلاقیات کے اعتبار سے، انتظامیات کے اعتبار سے، سیاسیات کے اعتبار سے!..... جو بے شمار مسائل ہمارے ملک میں موجود ہیں ...... یہ پاکستان "مسائلستان" بن گیا ہے، بے شمار مسائل ہیں لیکن ان تمام مسائل کی جڑ

میرے نزدیک ایک ہے اور قرآن کریم کی اس وقت جو میں نے آیتیں تلاوت کی ہیں اس میں اسی جز کا بیان ہے..... اور یہ مسئلہ پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ تو ہے ہی بلکہ پاکستان کے تقریباً ہر انسان کا مسئلہ ہے۔ میں ان آیتوں کا ترجمہ پہلے کروں گا۔ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ سب سے وَيْلٌ کا لفظ ہے۔ وَيْلٌ کے دو معنی آتے ہیں، ایک معنی ہلاکت اور بربادی کے اور دوسرے کے معنی ہیں یہ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ جہنم کی وادی اتنی گہری ہے کہ جہنم کے اوپر کنارے سے کوئی پتھر پھینکا جائے تو اس کی تہہ میں چالیس سال بعد پہنچے گا۔ اور لِ (لام) کے معنی آتے ہیں واسطے۔ مُطَفِّفِيْنَ مُطَفِّف کی جمع ہے مُطَفِّف کہتے ہیں ناپ تول میں کمی کرنے والے کو۔ مُطَفِّفِيْنَ وہ لوگ جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں تو اب ترجمہ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ کا ایک جملہ کا یہ ہوا کہ ہلاکت اور بربادی ہے واسطے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے۔ ایک ترجمہ تو یہ ہوا اور اگر وَيْلٌ کے دوسرے معنی لئے جائیں تو ترجمہ یہ ہوگا کہ جہنم کی وہ وادی مقرر ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے جو اتنی گہری ہے کہ اوپر سے پتھر پھینکا جائے تو چالیس سال بعد تہہ میں پہنچے اور یہاں دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن نے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے عذاب شدید کی خبر دی ہے کہ ہلاکت اور بربادی ہے یا جہنم کی وادی، وہ ان کیلئے مقرر ہے۔ آگے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی صفت بیان کی جا رہی ہے۔ اَلَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ کہ ان لوگوں کی صفت یہ ہے کہ دو صفتیں ہیں ان کے اندر، ایک صفت تو یہ ہے کہ جب کسی سے ناپ تول کر خریدتے ہیں کوئی چیز تو يَسْتَوْفُوْنَ پورا پورا وصول کرنا چاہتے ہیں، ناپنے والے کو دیکھتے رہتے ہیں کہ کوئی کمی تو نہیں کر رہا، تولنے والے کو دیکھتے ہیں کہ کوئی ڈنڈی تو نہیں مار رہا۔ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ لیکن جب دوسرے کو ناپ تول کر دیا تول کر کوئی چیز دیتے ہیں تو اس میں ڈنڈی مارتے ہیں، ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہیں کم ناپتے ہیں، ناپ تول میں کمی کرتے ہیں اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ کیا ان کو گمان بھی نہیں ہے کہ یہ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ یہ دنیا کی زندگی یہیں ختم نہیں ہو جائے گی بلکہ ایک اور زندگی آنے والی ہے (کہ جس میں) مَبْعُوْثُوْنَ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے، اٹھائے جائیں گے قبروں سے۔ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ اٹھائے جائیں گے بہت بڑے عظیم دن میں، وہ بہت بڑا دن ہوگا، یوم حساب ہے، میدان حشر ہے۔ اس دن کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ایک ہزار سال کے برابر ہے وہ دن۔ دنیا کے سال اور تاریخوں کے حساب سے وہ ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ خوفناک دن ہے، چنانچہ آگے ارشاد ہے يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ جب سب کی پیشی ہوگی اللہ رب العالمین کے سامنے۔ سب انسان پیش کئے جائیں گے، ان کے اعمال نامے پیش کئے جائیں گے، حساب کتاب ہوگا۔ (جاری ہے)

چھ باتوں پر جنت کی ضمانت (حدیث)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چھ باتوں کی ضمانت دے دو میں تمہارے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں: (۱) ہمیشہ سچ بولو (۲) وعدہ پورا کرو (۳) امانت میں خیانت نہ کرو (۴) شرم گاہ کی حفاظت کرو (۵) نگاہیں نیچی رکھو (۶) ہاتھوں کو ظلم سے روکو۔
(فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ)

خوش نصیبی کی تین نعمتیں

مولانا محمد نوید خان صاحب
مدرس جامعہ عبداللہ بن عمرؓ لاہور

حضرت نافع بن عبدالحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کی خوش نصیبی میں تین چیزیں خاص اہمیت رکھتی ہیں: (۱) کشادہ مکان (۲) نیک پڑوسی (۳) خوشگوار سواری (مسند احمد) گویا کہ اگر کسی انسان کو یہ تین چیزیں میسر آ جائیں تو یہ دنیا کی نعمتوں میں بڑی نعمتیں ہیں۔

کشادہ گھر حدیث میں تعریف گھر کی کشادگی کی فرمائی گئی ہے جس کی وجہ سے انسان تنگی محسوس نہ کرے اور راحت و آرام کے ساتھ اس میں زندگی گزارے۔ معلوم ہوا کہ گھر کی خوبصورتی، زیب و زینت ایک زائد اور فضول چیز ہے۔ چنانچہ وضو کے بعد جو دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ (کنز العمال)

”کہ اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما دیجئے اور میرے گھر میں وسعت عطا فرمایئے اور میرے رزق میں برکت عطا فرمایئے“۔ گویا کہ وضو کے بعد آپ تین چیزیں مانگا کرتے تھے ان میں سے ایک گناہوں کی معافی ہے یہ ایسی چیز ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ عطا فرما دیں تو آخرت سنور جائے گی اس وجہ سے پہلے آخرت کی درستی کی دعا فرمائی اور دنیا میں اللہ تعالیٰ سے دو چیزیں مانگیں ایک گھر کی کشادگی، دوسرے رزق میں برکت، اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کشادہ گھر پسند تھا۔

نیک پڑوسی دوسری مسلمان کی سعادت کی چیز نیک پڑوسی ہے۔ آج کے دور میں اس نعمت کی ہمیں قدر نہیں رہی۔ سالہا سال سے ایک جگہ پر رہتے ہیں لیکن یہ پتہ نہیں ہے کہ دائیں طرف کون رہتا ہے اور بائیں طرف کس کا مکان ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے حقوق کی اتنی تاکید فرماتے رہے کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید پڑوس کو انسان کی میراث میں وارث ہی بنا دیا جائے گا۔ جہاں بھی مکان تلاش کیا جائے تو جہاں اس میں اور چیزیں دیکھی جائیں وہاں یہ بھی دیکھا جائے کہ اس کا پڑوس کیسا ہے؟ اگر شریف لوگوں کا پڑوس ہے تو اس کو نعمت سمجھیں، کیونکہ انسان کا صبح و شام پڑوس سے واسطہ پڑتا ہے اور پڑوس کی صحبت ملتی رہتی ہے اب اگر اچھی صحبت ہے تو وہ اچھا انسان بنا دیتی ہے اور بری صحبت ہے تو وہ انسان کو برا بنا دیتی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ نیک پڑوسی بڑی نعمت ہے۔

خوش گوار سواری تیسری چیز جو ایک مسلمان کی سعادت اور خوش نصیبی کی علامت ہے وہ ”خوش گوار سواری“۔ یعنی اگر انسان کو اچھی سواری مل جائے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور انسان کی خوش نصیبی ہے اور خوش گوار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس میں انسان آرام سے سفر کر سکے۔ سواری ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کو انسان روز روز بدلتا رہے، اگر غلط سواری مل گئی تو اس کیلئے مصیبت بن گئی۔ مثلاً آج کل لوگوں کے پاس گاڑیاں ہیں، اگر کسی انسان کو خراب گاڑی مل گئی تو کبھی راستے میں رک جائے گی، کبھی اس کو دھکے مار کر اسٹارٹ کرنا پڑے گا۔ ایک شخص جس کے پاس خراب گاڑی تھی، ان کے بارے میں سارے محلے میں یہ بات مشہور تھی کہ اگر ان کو شام کے پانچ بجے کہیں جانا ہوتا ہے تو صبح نو بجے سے وہ گاڑی کو ٹھیک کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ (ملخص از اصلاحی خطبات)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی تمام نعمتوں کی قدر اور ان کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

سود لالچ کی پیداوار ہے — سود کی برائی اہل ایمان کی سمجھ میں آ جانی چاہیئے

قسط ۷

از مدیر

زنا، شراب، جوا، سود وغیرہ کی حرمت قرآن کریم سے ثابت ہے۔ یہ حرام کاری میں موجودہ معاشرہ میں عام ہے۔ اس میں ہر موضوع پر توجہ و اصلاح کی ضرورت ہے لیکن خاص طور پر سود ایک ایسی لعنت ہے کہ جو اب دیگر تمام برائیوں سے زیادہ پھیل گئی ہے۔ کیونکہ یہ واحد معصیت ہے جس کا اشتہار، ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات کے ذریعہ ہر روز بلکہ ہر لحہ دیا جاتا ہے اور اس کار خیر کو معاشرہ کا ناسور سمجھنے کی بجائے اس کو شیر مادر بتایا جاتا ہے۔ سودی لین دین میں ایسے اصحاب بھی ملوث پائے جاتے ہیں جو نماز اور روزہ کے پابند ہیں لیکن اپنی تجارتی اغراض کے تحت اس لعنت میں گرفتار ہیں۔ شرابی، جواری اور زناکار اپنے افعال کی وجہ سے بدنام بھی ہو جاتا ہے لیکن سودی کاروبار کرنے والے عموماً ظاہر نہیں ہوتے سوائے اس طبقہ کے جو باقاعدہ روپیہ سود پر چلاتا ہے۔ قیام پاکستان تک سود کی لعنت محدود تھی ایک مخصوص طبقہ ہی سود پر روپیہ چلاتا تھا یا غیر مسلم یہ کاروبار کرتے تھے لیکن ان کے تختۂ مشق بھی عموماً غریب مسلمان ہی ہوتے تھے جو اپنی ضروریات کے لئے سود پر قرض حاصل کرتے تھے لیکن اس سلسلہ میں آج امیر و غریب کا فرق ختم ہو چکا ہے۔ بلکہ غریب سے زیادہ مالدار اس میں مبتلا ہیں کہ کم وقت میں زیادہ دولت کی ہوس شیطان کے پھندے میں پھنسا رہی ہے۔

لاکھوں روپے سے کاروبار کرنے والے بلکہ کروڑوں روپے والے بھی مزید کمائی کی غرض سے سود کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر رہے ہیں۔

سود لالچ کی پیداوار ہے۔ بنیادی صورت میں ہوس و لالچ ہی اس کا منبع ہے۔ سود لینے والا اور سود دینے والا دونوں لالچ کے ہاتھوں گرفتار ہو کر جہنم میں گھر بنا رہے ہیں۔ سود ادا کرنے والا کسی وقت معذور و مجبور بھی قرار دیا جا سکتا ہے لیکن سود وصول کرنے والا ہر لحاظ سے لالچ اور حرص کا غلام ہے۔ سود کے نقصانات اس دنیا میں بھی ظاہر ہو رہے ہیں لیکن ان پر غور نہیں کیا جاتا۔ چونکہ یہ لعنت ہمہ گیر ہے۔ دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم میں اس کا رواج عام ہے اس لئے اس برائی کو سمجھنا بھی صرف اہل ایمان کا حصہ رہ گیا ہے۔ دنیا میں گرانی و اشیاء کی نایابی کی بڑی وجہ سود ہے۔ سودی رقم کے بل بوتے پر اشیاء کا اسٹاک کر لیا جاتا ہے۔ مصنوعی قلت پیدا کر کے منہ مانگے دام پر فروخت کرنا معمولی بات ہے۔ بنک کے ذریعے کریڈٹ لیٹر کھول کر غیر ممالک سے مال منگوایا جاتا ہے۔ بنک دس بیس فیصد لے کر بقایا رقم کے لئے گارنٹی کر دیتا ہے۔ جس پر بنک سود لگاتا ہے۔ مال آنے پر اصولاً اس مارکیٹ میں فروخت کرنے کیلئے پیش ہونا چاہیئے لیکن اگر منہ مانگے دام نہ ملیں تو بنک کے پاس گروی رکھوا دیا جاتا ہے جس پر سود لگتا رہتا ہے۔

صرف وہ جو انتہا درجہ میں مجبوری کی حالت میں فاقہ کشی سے یا کسی قرض خواہ کا قرض ادا کرنے کی خاطر اپنی جان بچانے کے لئے یہ حرکت کرے۔ اگرچہ جائز اس وقت بھی نہیں ہے۔ یعنی اگر یہ سودی نظام نہ ہوتا تو مال گودام کی بجائے مارکیٹ میں آتا اور بازار کے بھاؤ فروخت ہو جاتا خواہ نفع ہو یا نقصان ہو۔ دونوں صورتوں میں مال فروخت کر دیا جاتا۔ ایسا بہت ہوتا ہے کہ اتنی گنجائش ہو کہ تاجر مال روک کر رکھ لے کیونکہ سرمایہ کی ضرورت ہر تاجر کو رہتی ہے۔ ایک مال پر ہی کاروبار منحصر نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور دیگر مالوں کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر سود کی لعنت درمیان میں نہ ہو تو نہ ذخیرہ اندوزی

ہو سکتی ہے اور نہ ہی بلیک مارکیٹ۔ سودی نظام کی وجہ سے ایک لاکھ روپے سرمایہ والا دس لاکھ کا مال منگوا کر بنک کے گودام میں رکھ دیتا ہے۔ بنک اپنے سرمایہ کا سود لیتا ہے اور ضمانت میں تاجر کا سرمایہ ہوتا ہے جو مال کی صورت میں گودام میں رکھا ہوتا ہے۔

بقیہ اتباع سنت کا اہتمام

ہیں اور طبعی حاجتیں ہیں مگر سنت کے موافق ان کاموں کو انجام دینے سے یہ سب عبادت بن جاتے ہیں جس طرح ڈیوٹی کے اندر ملازم کو کھانے اور استنجا کرنے کے وقت کی بھی تنخواہ ملتی ہے۔ (ص ۱۳۱)

(۹) **فرمایا** کہ انسان ہر چیز بڑھیا پسند کرتا ہے۔ مکان، دوکان، پان آپ ہر چیز بڑھیا پسند کرتے ہیں مگر خود کیسے ہیں آپ بھی بڑھیا ہیں یا نہیں۔ اور آپ بڑھیا ہوں گے جب اتباع سنت کریں گے۔ کھانا پینا اور تمام اعمال سنت کے موافق ہوں گے۔ (۱۳۵)

(۱۰) **فرمایا** اگر ہم سنت نہ اپنائیں گے تو کسی اور کا طریقہ اپنائیں گے۔ اپنے نفس کے طریقہ پر، بیوی، برادری، یا شہر ملک کے طریقے پر چلیں گے۔ پھر ہمارا دین نفسانی، برادری والا یا صوبائی یا ملکی ہوگا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں سے بڑھ کر کس کا طریقہ ہوگا۔ نجات وفلاح کا وعدہ کس کے طریقہ پر چلنے سے ہے؟ (ص ۱۳۶)

(۱۱) **فرمایا** وصول تو مطلوب ہے مگر اصول کے ساتھ سنت کے طریقوں کے علاوہ قرب حق کا تصور ہی جہالت ہے۔ ورنہ حاکم کے پاس تو مجرم بھی ہوتا ہے مگر بے اصول ہونے کے سبب مقلوب ہوتا ہے (ص ۱۳۶)

اللہ تعالیٰ ہمیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع ظاہراً و باطناً نصیب فرمائے (آمین)

بقیہ تقویٰ....

کہ جو خدا تعالیٰ سے غافل کرتی ہو اور یَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ۔ (آل عمران:۱۰۲)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے" اس آیت میں تقویٰ کا یہی مرتبہ مراد ہے

طاقت کا سرچشمہ "خدا کا خوف" ہی ہدایت کی ابتدا اور ہر قسم کی کامیابی کا سرچشمہ ہے اسی لئے حضرت نوح حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام نے سب سے پہلے اپنی قوم کو یہی نصیحت فرمائی: "اَلَا تَتَّقُوْنَ" کیا تم کو خدا کا خوف نہیں" اور "فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ" اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو" اس لئے کہ خدا کے خوف کے بغیر کوئی نصیحت کارگر (فائدہ بخش) نہیں ہوتی جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى "یعنی نصیحت وہی قبول کرے گا جو خدا سے ڈرتا ہوگا"۔

سب سے بہتر توشہ سفر آخرت کے لئے تقویٰ ہی کا توشہ اور لباس کارآمد ہو سکتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (بقرہ:۱۹۷) "سفر کے لئے توشہ لے لو پس تحقیق سب سے بہتر توشہ تقویٰ ہے" جس طرح بغیر زاد راہ (توشہ) کے مسافر کا دنیاوی سفر ناممکن ہے اسی طرح بغیر تقویٰ کے توشہ کے آخرت کا سفر ناممکن ہے اور جس طرح ایک معمولی راستہ سے برہنہ اور عریاں گزرنا خلاف حیا اور خلاف شرم ہے اسی طرح اس عظیم الشان شاہراہ سے جو ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کے فرشتوں سے خالی نہیں لباس تقویٰ سے برہنہ اور عریاں گزرنا کس طرح بے حیائی اور بے شرمی نہ ہوگا۔

اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ (آمین)

﴿تسہیل و ترتیب: محمد طیب عفی عنہ﴾

ملفوظات حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ

مولانا محمد عمر فاروق الیاس صاحب
مدرس جامعہ عبداللہ بن عمر لاہور

ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی کام کے کرنے کا حکم دیں تو کرنا عبادت بن جائے گا۔ اگر کسی کام کے چھوڑنے کا حکم دیں تو چھوڑنا عبادت بن جائے گا۔ غرض اللہ تعالیٰ کا کہنا ماننا عبادت ہے۔ رمضان آیا تو حکم دیا کہ روزے رکھو اب روزہ رکھنا عبادت ہے۔ عید کا دن آیا حکم ہوا کہ آج روزہ ہرگز مت رکھو تو روزہ نہ رکھنا عبادت ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نہ روزہ رکھنا عبادت ہے نہ ترک روزہ عبادت ہے بلکہ کہنا ماننا عبادت ہے کہ جب ہم کہیں روزہ رکھو تو روزہ رکھو اور جب ہم کہیں کہ روزہ ہرگز مت رکھو تو روزہ مت رکھو۔

ارشاد فرمایا: کہ علمی باتیں کان میں پڑتی رہتی ہیں، جلسوں، مواعظوں میں گفتگو میں لیکن علمی مسائل کی گفتگو کم ہوتی ہے اور کوتاہی ہم لوگوں کی جتنی ہے وہ عمل کی ہی ہے علم کی نہیں، علم کے وسائل اس زمانے میں اتنے بڑھ چکے ہیں کہ ہم ارادہ بھی نہ کریں تو خواہ مخواہ علم ہمارے سامنے آتا ہے، کتابیں ہیں، رسائل ہیں، اخبارات ہیں تو رات دن علمی باتیں سامنے آتی رہتی ہیں۔ کوتاہی در حقیقت عمل کی ہے علم کی نہیں، بقول مرزا غالب کے۔

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

علم تو ہے مگر عمل کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ آمادگی نہیں ہوتی اور نجات کا تعلق ہی عمل سے ہے علم سے نہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ آج کی معصیت اور گناہ قلتِ علم کے سبب سے نہیں ہے بلکہ قلتِ اخلاق، قلتِ نورانیت اور قلتِ توفیق کے سبب سے ہے اور توفیق کے سلب ہونے کے اسباب میں ایک سبب مشتبہ کمائی اور حرام کمائی بھی ہے۔ کہ آدمی احتیاط سے نہ کمائے، حلال و حرام کا کوئی امتیاز نہ کرے، مشتبہ اور غیر مشتبہ کا خیال نہ کرے بس پیسہ مقصود ہو کہ جس طرح سے بھی ہو پیسہ بٹور لو، خواہ ڈکیتی سے ہو یا چوری سے ہو یا رشوت سے یا سود سے ہو۔ ایسے پیسے کا اثر یہی ہے کہ توفیق جاتی رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی صحیح سمجھ نصیب فرمائیں۔ آمین

بقیہ مسواک...

نہ لگائے ورنہ جنون کا اندیشہ ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جس نے مسواک کی اور ایسے ہی ڈالدی تو اگر وہ مجنون ہو جائے تو اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔ (شامی)

پہلے زمانہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم مسواک کی اہمیت کے پیش نظر (جبکہ کرتوں میں جیب نہ ہوتے تھے) مسواک اپنے کانوں میں لگاتے تھے یا عمامے کے پیچوں میں رکھتے تھے یا تلوار کے قبضوں میں اور دستوں میں لگاتے تھے اور عورتیں مسواک دوپٹوں میں باندھ کر رکھتی تھیں غرض یہ کہ ہر وقت مسواک اپنے پاس رکھتے تھے آج کل تو کرتوں میں جیب ہوتے ہیں اس لئے مسواک کو جیب میں رکھے تاکہ بوقت ضرورت نکال کر استعمال کر سکے اور ثواب عظیم کو حاصل کر سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تمام سنن و مستحبات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین ثم آمین)

شرعی پردہ ..... ایک شبہ کا ازالہ

شرعی پردہ کے متعلق بہت سے شبہات میں سے ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ ہماری خواتین نہایت ہی نیک ہیں ان سے گناہ کا صدور تو کجا اس کا تصور بھی مشکل ہے ان کے دل و دماغ میں گناہ کھٹک بھی نہیں سکتا اور ہمارے خاندان کے مرد بھی ایسے صالح ہیں جنہیں دیکھ کر خدا یاد آئے جو گناہوں سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ پردہ سے مقصود گناہ کا سدباب ہے ہمارے خاندان کے مرد و زن ایسے نیک ہیں کہ ان سے گناہ کا ہونا مفقود ہے لہذا پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر بنظر تحقیق و انصاف دیکھا جائے تو یہ نظریہ چند وجوہ سے باطل ہے۔

پہلی وجہ: گناہ سے معصوم ہونا فقط انبیا علیہم السلام کا خاصہ ہے باقی لوگوں سے گناہ کا صدور ممکن بھی ہے اور حقیقت میں واقع بھی ہے اور اس کا وقوع ہر عام و خاص پر روز روشن کی طرح واضح ہے۔

دوسری وجہ: پردہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو اس کی بلا چوں و چراں اور بغیر قیل وقال کے تعمیل کی جائے اس کے خلاف اپنی عقل کو چلانا شان عبدیت کے منافی ہے

تیسری وجہ: بتصریح حدیث یہ بات ثابت ہے کہ جو مرد و عورت کسی خلوت کے مقام پر جمع ہوتے ہیں تو شیطان دونوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ حتیٰ کہ علماء کرام نے کہا ہے کہ کہیں خلوت میں حسن بصری رحمہ اللہ جیسے بلند پایہ بزرگ اور حضرت رابعہ بصریہ رحمہ اللہ جیسی نیک سیرت خاتون بھی جمع ہوں تو شیطان ان پر بھی وسوسے ڈالنے کے لئے حملہ آور ہوگا۔

چوتھی وجہ: مشاہدہ اور واقعہ بھی مذکور نظریہ کی تردید کرتے ہیں ایسے افراد جن کی دیانت اور تقویٰ پر لوگوں کو پورا اعتماد ہوتا ہے وہ بھی بے پردگی کی وجہ سے شیطانی جال کا شکار ہو جاتے ہیں ان سے ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں جو معاشرہ میں ذلت و رسوائی کا باعث بنتے ہیں۔

پانچویں وجہ: پردہ کا حکم جن نصوص (قرآنی آیات و احادیث) سے ثابت ہے وہ مطلق ہیں ان میں مرد و زن کے نیک برے ہونے کی کوئی قید نہیں ان واضح احکام کو اپنی عقل کے ذریعے مقید کرنا قطعاً مردود ہے۔

چھٹی وجہ: اپنے آپ کو پارسا اور نیک سمجھنا غیر پسندیدہ چیز ہے جو خود کو نیک و پارسا سمجھتا ہے تو دل میں عجب و پندار (تکبر و غرور) پیدا ہوتا پھر اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرتے ہیں اور گناہ میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

ساتویں وجہ: اگر معاشرے کے افراد کو نیک سمجھتے ہوئے شرعی پردہ ترک کر دیں تو اس سے حکم خداوندی کا بے کار ہونا لازم آئے گا کہ شرعی پردہ کی ضرورت تو نہ تھی اور معاذ اللہ یوں ہی فضول اس کا حکم دیا گیا۔

آٹھویں وجہ: شرعی پردہ کا حکم سب سے پہلے ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کو دیا گیا جن کی پاکدامنی اور تطہیر کو قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ سامنے جو مرد تھے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقدس گروہ ہے جنکے مقام و مرتبہ پر فرشتوں کو بھی رشک آئے۔ اس کے باوجود بھی انہیں شرعی پردہ کا پابند بنایا گیا ہے۔ اگر نیک ہونے کی صورت میں پردہ معاف ہوتا تو اس معافی کے سب سے زیادہ لائق اور مقدم ترین افراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

نویں وجہ: اگر شرعی پردہ سے نیک افراد کو مستثنیٰ کر دیا جائے تو اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ایک بہت بڑا بہتان آئے گا کہ وہ معاذ اللہ نیک نہ تھے اس لئے ان کو شرعی پردہ کا پابند بنایا گیا حالانکہ ان کا نیک سیرت ہونا

بقیہ صفحہ ۳۰ پر

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

اہلیہ
سید عبدالمجید حسینی

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ابوسفیان کی صاحبزادی تھیں، وہی ابوسفیان جو برسوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں لڑتے رہے بعد میں مسلمان ہوئے، ان کا اصلی نام صخر تھا۔ آپ کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جو امیر معاویہ کے لقب سے مشہور ہیں آپ کے بھائی تھے۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے اکثر لوگوں نے رملہ اور بعض نے ہند بتایا ہے۔ آپ کا پہلا نکاح عبداللہ بن جحش سے مکہ مکرمہ میں ہوا تھا۔ دونوں میاں بیوی مسلمان ہوگئے تھے کفار مکہ نے شدید تکلیفیں پہنچائیں تو وطن چھوڑ کر حبشہ کی جانب ہجرت کی وہیں ایک لڑکی حبیبہ نامی پیدا ہوئی جس کے نام کی نسبت سے آپ کی کنیت ام حبیبہ مشہور ہوئی۔ ایک رات آپ نے خواب میں اپنے خاوند کو نہایت ہی بری شکل میں دیکھا صبح کو دریافت کرنے پر پتہ چلا وہ نصرانی ہوگیا ہے آپ نے اپنا خواب اسے سنا کر دوبارہ اسلام قبول کرنے کو کہا لیکن اس نے کچھ خیال نہ کیا اور خوب شراب پینے لگا حتیٰ کہ کفر ہی کی حالت میں مرگیا اس حالت میں دیار غیر میں آپ پر کیا گذری وہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اسی دوران آپ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اجنبی شخص آپ کو یا ام المؤمنین کہہ کر پکار رہا ہے۔ جب آپ بیوہ ہوگئیں تو حق تعالیٰ شانہ نے اس کا یہ نعم البدل عطا فرمایا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آگئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی (جو کہ مسلمانوں کی آمد بعد مسلمان ہوگیا تھا) کے پاس پیغام بھیجا کہ ام حبیبہ کا نکاح مجھ سے کرادو۔ چنانچہ نجاشی نے اپنی باندی، ابرہہ کو آپ رضی اللہ عنہا کے پاس اس خبر کے ساتھ بھیجا کہ میں تم کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کا پیغام دیتا ہوں۔ آپ نے اس سعادت کو بخوشی منظور کرلیا اسی خوشی میں آپ نے اپنے چاندی کے زیورات کنگن، انگوٹھیاں اور پاؤں کے چھلے اور کڑے اسے دیدیئے اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو خاندانی قرب کی بنا پر اپنا وکیل مقرر کیا۔ رات کے وقت نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دیگر ساتھی مسلمانوں کو جو اس وقت یہاں مقیم تھے ان کی موجودگی میں نکاح کیا اور چارسو (۴۰۰) دینار حق مہر کے ادا کیے جو خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے وصول کیے۔ اس کے ساتھ ہی حاضرین اٹھ کر چلنے لگے تو نجاشی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ٹھہرو کیونکہ نبیوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ نکاح کے بعد کچھ کھایا جائے۔ اس طرح اس نے حاضرین کو کھانا کھلا کر رخصت کیا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ نکاح سن ۷ھ میں ہوا جیسا کہ اکثر کا قول ہے یا سن ۶ھ میں جیسا کہ بعض نے کہا۔ صاحب تاریخ خمیس نے لکھا ہے کہ آپ کا نکاح سن ۶ھ میں ہوا اور رخصتی سن ۷ھ میں ہوئی۔ نجاشی نے نکاح کے بعد بہت سی خوشبویات اور سامان جہیز وغیرہ دے کر آپ کو مدینہ طیبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔ صلح کے زمانہ میں آپ کے والد ابوسفیان مدینہ طیبہ آئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے صلح کی مضبوطی کیلئے گفتگو کریں، بیٹی سے ملنے گھر گئے وہاں بستر بچھا ہوا تھا اس پر بیٹھنے لگے تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے وہ بستر الٹ دیا۔ باپ کو تعجب ہوا کہ ان کیلئے بستر بچھانے کی بجائے اس کو بھی الٹ دیا پوچھا کہ یہ بستر میرے قابل نہیں تھا اس لئے لپیٹ دیا یا پھر میں اس بستر کے قابل نہیں تھا۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ اللہ کے پاک اور پیارے رسول کا بستر ہے اور تم بوجہ شرک ہونے کے ناپاک ہو میں اس پر تمہیں کیسے بٹھا سکتی ہوں۔ اس بات سے باپ کو سخت رنج ہوا اور کہا کہ تم مجھ سے جدا ہونے کے بعد گمراہ ہو گئی ہو۔ مگر آپ رضی اللہ عنہا کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو عظمت تھی اس کی بدولت وہ کب اس بات کو گوارا کر سکتی تھیں کہ کوئی ناپاک مشرک باپ ہو یا غیر ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھ سکے

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چاشت کی بارہ رکعتوں کی فضیلت سنی تو ہمیشہ اس کو پابندی سے نبھایا۔

آپ کے والد بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو تیسرے دن خوشبو منگوائی اور اس کو استعمال کیا اور فرمایا کہ مجھے نہ خوشبو کی ضرورت ہے نہ رغبت مگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عورت کو جائز نہیں کہ خاوند کے علاوہ کسی اور کیلئے تین دن سے زیادہ سوگ کرے، ہاں خاوند کیلئے چار مہینے دس دن ہیں۔ اس لئے خوشبو استعمال کرتی ہوں کہ سوگ نہ سمجھا جائے

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بڑی عبادت گذار، پرہیزگار خاتون تھیں۔ فکر آخرت کا اس سے اندازہ ہوتا ہے جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر کہا کہ زندگی میں ہماری آپس میں سوکنوں والی رنجش رہی ہے لہذا تم میرا کہا سنا سب کچھ معاف کر دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے معاف کر دیا اور ان کیلئے مغفرت کی دعا کی۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی خوش کرے جیسا کہ ابھی تم نے مجھے خوش کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر یہی گفتگو کی جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہا کی وفات سن ۴۴ھ میں ہوئی ابن سعد اور ابو عبید نے آپ کی وفات کا یہی سن بتایا ہے۔ ابن حبان اور ابن نافع کا قول ہے کہ آپ نے سن ۴۲ھ میں وفات پائی۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے گھر گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حویلی میں تھا۔ کسی ضرورت سے ایک کونے میں زمین کھودی تو اس میں سے ایک پتھر نکلا جس پر لکھا تھا کہ هٰذَا قَبْرُ رَمْلَةَ بِنْتِ صَخْرٍ (یہ رملہ بنت صخر کی قبر ہے) لہذا اس پتھر کو ہم نے وہیں رکھ دیا اور مٹی دیدی۔

حوالہ جات: بہشتی زیور ۔ فضائل اعمال
امت مسلمہ کی مائیں

بقیہ شرعی پردہ

قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔

دسویں وجہ: شرعی پردہ نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ جس کا مرتکب فاسق ہوتا ہے تو فاسق کو نیک اور پارسا کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

جن رشتہ داروں سے پردہ فرض ہے

چچا زاد۔ پھوپھی زاد۔ ماموں زاد۔ خالہ زاد۔ دیور جیٹھ۔ بہنوئی۔ نندوئی۔ پھوپھا۔ خالو۔ شوہر کا چچا۔ شوہر کا ماموں۔ شوہر کا پھوپھا۔ شوہر کا خالو۔ شوہر کا بھتیجا۔ شوہر کا بھانجا۔ (شرعی پردہ) (بشکریہ محاسن اسلام)

جناب غلام مرتضیٰ صاحب

جب تو پیدا ہوا کتنا مجبور تھا
یہ جہاں تیری سوچوں سے بھی دور تھا
ہاتھ پاؤں بھی تب تیرے اپنے نہ تھے
تیری آنکھوں میں دنیا کے سپنے نہ تھے
تجھ کو آتا تھا جو صرف رونا ہی تھا
دودھ پی کے تیرا کام سونا ہی تھا
تجھ کو چلنا سکھایا تھا ماں نے تیری
تجھ کو دل میں بسایا تھا ماں نے تیری
ماں کے سائے میں پروان چڑھنے لگا
وقت کے ساتھ قد تیرا بڑھنے لگا
دھیرے دھیرے تو کڑیل جوان ہو گیا
تجھ پہ سارا جہاں مہرباں ہو گیا
زور بازو پہ تو بات کرنے لگا
خود ہی سجنے لگا خود ہی سنورنے لگا
اک دن اک حسینہ تجھے بھا گئی
بن کے دلہن وہ پھر تیرے گھر آ گئی
فرض اپنے سے تو دور ہونے لگا
بیج نفرت کا خود ہی تو بونے لگا
پھر تو ماں باپ کو بھی بھلانے لگا
تیر باتوں کے پھر تو چلانے لگا
بات بے بات ان سے تو لڑنے لگا
قاعدہ اک نیا پھر تو پڑھنے لگا
یاد کر تجھ سے ماں نے کہا اک دن
اب ہمارا گذارا نہیں تیرے بن
سن کے یہ بات تو طیش میں آ گیا
تیرا غصہ تیری عقل کو کھا گیا
جوش میں آ کے تو نے یہ ماں سے کہا
میں تھا خاموش سب دیکھتا ہی رہا
آج کہتا ہوں پیچھا میرا چھوڑ دو
جو ہے رشتہ میرا تم سے وہ توڑ دو
جاؤ جا کے کہیں کام دھندا کرو
لوگ مرتے ہیں تم بھی کہیں جا مرو
بیٹھ کر آہیں بھرتے تھے وہ رات بھر
ان کی آہوں کا تجھ پہ ہوا نہ اثر
اک دن باپ تیرا چلا روٹھ کر
کیسے بکھری تھی پھر تیری ماں ٹوٹ کر
پھر وہ بے بس اجل کو بلاتی رہی
زندگی اس کو ہر روز ستاتی رہی
اک دن موت کو بھی ترس آ گیا
اس کا رونا بھی تقدیر کو بھا گیا
اشک آنکھوں میں تھے وہ روانہ ہوئی
موت کا ایک ہچکی بہانہ ہوئی
اک سکوں اس کے چہرے پہ چھانے لگا
پھر تو میت کو اس کی سجانے لگا
مدتیں ہو گئیں آج بوڑھا ہے تو
جو پڑا ٹوٹی کھٹیا پہ کوڑا ہے تو
تیرے بچے بھی اب تجھ سے ڈرتے نہیں
نفرتیں ہیں محبت وہ کرتے نہیں
درد میں تو پکارے کہ او میری ماں
تیرے دم روشن تھے دونوں جہاں
وقت چلتا رہے وقت رکتا نہیں
ٹوٹ جاتا ہے وہ جو کہ جھکتا نہیں
بن کے عبرت کا تو اب نشان رہ گیا
ڈھونڈ لے زور تیرا کہاں رہ گیا
تو احکام ربی بھلاتا رہا
اپنے ماں باپ کو تو ستاتا رہا

کاٹ لے تو وہی تو نے بویا تھا جو
تجھ کو کیسے ملے تو نے کھویا تھا جو
یاد کر کے گیا دور رونے لگا
کل جو تو نے کیا آج ہونے لگا
موت مانگے تجھے آتی نہیں
ماں کی صورت نگاہوں سے جاتی نہیں
تو جو کھانسے تو اولاد ڈانٹے تجھے
تو ہے ناسور سکھ کون بانٹے تجھے
موت آئے گی مگر وقت پہ
بن ہی جائے گی تیری قبر وقت پہ
قدر ماں باپ کی گر کوئی جان لے
اپنی جنت کو دنیا میں پہچان لے
اور لیتا رہے وہ بڑوں کی دعا
اس کے دونوں جہاں اس کا حامی خدا
یاد رکھنا تو ساغر کی اس بات کو
بھول جانا نہ رحمت کی برسات کو

مسلماں بیٹی کا شوقِ شہادت

نہ سوچو کہ کم سن سی بچی ہوں میں
بڑا حوصلہ دل میں رکھتی ہوں میں
بس اپنے خدا ہی سے ڈرتی ہوں میں
قدم سوئے دشمن بڑھانے بھی دو
نہ روکو مجھے امی جانے بھی دو
مجھے دین کے کام آنے بھی دو
تمہاری ہوں بیٹی مسلمان ہوں
خدا پہ رکھتی ہوں ایمان میں
میرے ہے دل میں شہادت کا شوق
شہادت کے درجے کو پانے بھی دو
نہ روکو مجھے امی جانے بھی دو

اخت عفراء محمد

میری بیٹی ذرا خود کو چھپا لے

اگر تو خود کو پردہ بنا لے
ترے کردار میں ہوں اجالے
کما لے دولت عقبیٰ کما لے
بہار جنت الفردوس پا لے
مری بیٹی ذرا خود کو چھپا لے
جو حصہ جسم کا ظاہر رہے گا
وہ حصہ نار دوزخ میں جلے گا
بھلا بے پردگی سے کیا ملے گا
نہ کر خود کو جہنم کے حوالے
مری بیٹی ذرا خود کو چھپا لے
بہت مجبوریاں ہیں میں نے مانا
ترقی یافتہ ہے یہ زمانہ
اگر ہے ناگزیر اسکول جانا
تم کم سے کم کوئی برقعہ پہن لے
مری بیٹی ذرا خود کو چھپا لے
اگرچہ صاف نظریں پاک ہے دل
مگر تیری نظر سے چاک ہے دل
تجھے معلوم ہے بے باک ہے دل
کہیں عفت کے پڑ جائیں نہ لالے
مری بیٹی ذرا خود کو چھپا لے
نہ اخباروں کی زینب داستان بن
نہ پھر بے پردہ یوں مت بے اماں بن
تو اپنی عفتوں کی پاسبان بن
کوئی پھر تجھ پہ کیوں کیچڑ اچھالے
مری بیٹی ذرا خود کو چھپا لے
تو امت میں شاہِ دو سرا صلی اللہ علیہ وسلم کی
سو پیرو بن جناب فاطمہ
کہ رکھ لاج اماں عائشہ رضی اللہ عنہ کی
ذرا اپنا عمل ان سے ملا لے
مری بیٹی ذرا خود کو چھپا لے

ام عفراء محمد

جامعہ کے شب و روز

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی اس مدرسہ کے متعلق رائے گرامی

﴿﴾ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ آج تاریخ ۱۹/۱۲/۱۴۲۵ھ ۳۰/۰۱/۰۵ء بروز اتوار مدرسہ جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ۔ مدرسہ کی عمارت اور حسن انتظام دیکھ کر مسرت ہوئی ۔ یہاں کے اساتذہ کرام اور طلباء سے ملاقات ہوئی ۔ یہاں عصر سے مغرب تک میرا بیان تھا اور تعلیم کا یہ وقت نہیں تھا اس لئے درسگاہوں کو اندر سے دیکھنے کا موقع نہ مل سکا ۔ اس مدرسہ کے مہتمم مولانا محمد عتیق الرحمن صاحب ہیں جو ہمارے محترم بزرگ حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ کے لائق فرزند ہیں اور ہمارے محترم بزرگ جناب لوپ قیصر صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے مجاز بیعت ہیں ۔ جس انداز میں یہ مدرسہ کو چلا رہے ہیں اس کی جو تفصیلات بندہ کے علم میں آئیں وہ بہت زیادہ باعث مسرت اور امید افزاء ہیں الحمدللہ اس مدرسہ میں قرآن کریم حفظ و ناظرہ کے علاوہ درجہ اولیٰ سے لیکر خامسہ تک تعلیم ہو رہی ہے ۔ طلباء کی مجموعی تعداد تقریباً دو سو ہے جن میں سے ۱۰۰ طلباء بیرونی کے ہاسٹل میں قیام پذیر ہیں ۔ جنکے قیام و طعام اور تعلیم اور کتابوں وغیرہ کے تمام مصارف مدرسہ برداشت کرتا ہے جو اہل خیر حضرات کے عطیات، زکوٰۃ و صدقات سے پورے کیے جاتے ہیں نئی تعمیرات کی بھی ضرورت ہے ۔ جن میں حصہ لینے والوں کیلئے صدقہ جاریہ کا یہ بہت اچھا موقع ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کے منتظمین طلباء، اساتذہ کارکنان اور تمام تعاون کرنے والے مسلمانوں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے تمام جائز اور نیک کاموں میں زیادہ سے زیادہ کامیابی عطا فرمائیں ۔ آمین

﴿۱﴾ مورخہ ۱۸ ذی الحجہ بمطابق ۳۰ جنوری قبل از عصر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی آمد ہوئی ۔ بعد از عصر تا مغرب آپ نے بیان فرمایا ۔ جس میں آپ نے پاکستان کے سب سے بڑے مسئلے (ناپ تول میں کمی) کو بڑے شرح و بسط سے بیان فرمایا ۔ آپ نے فرمایا کہ ناپ تول میں کمی کرنے والوں میں وہ لوگ بھی شریک ہیں جو تنخواہ یا اجرت پوری وصول کرتے ہیں اور ڈیوٹی یا کام پورا سرانجام نہیں دیتے ۔ اس بیان کا مکمل متن قسط وار آپ ماہنامہ "علم و عمل" میں ملاحظہ فرمائیں گے ۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ﴿۲﴾ مورخہ ۲۶ ذی الحجہ بمطابق ۶ فروری سلسلہ ماہانہ بیان مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے ۔ بعد از عصر تا مغرب آپ نے "ختم نبوت" کے موضوع پر بیان فرمایا ﴿۳﴾ اس سال جامعہ کے دو اساتذہ (اپنے خرچ پر) حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تھے جو بحمداللہ واپس پہنچ گئے ہیں ۔ اللھم لک الحمد ولک الشکر اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی حج مقبول نصیب فرمائے ۔ آمین ثم آمین.

﴿۴﴾ مورخہ ۲۹ ذی الحجہ بمطابق ۹ فروری حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہ نے بعد از نماز عشاء تقریباً پون گھنٹہ بیان فرمایا ۔ آپ حال ہی میں حرمین شریفین کے مبارک سفر سے تشریف لائے تھے ۔ آپ نے وہاں کی مبارک فضاؤں اور ان کے آداب سے طلباء کو روشناس کروایا ۔ آپ نے فرمایا حج بیت اللہ کا مقصد دو باتیں ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ماننا (۲) اللہ تعالیٰ سے مانگنا آ جائے ۔ ﴿۵﴾ درس گاہوں کی بلڈنگ باہر سے پلستر ہو رہی ہے جبکہ درسگاہوں کی تینوں منزلوں کے وضوخانے اور بیت الخلاء کا ایریا بفضل خدا تیار ہو چکا ہے ۔ ﴿۶﴾ **ضروریات مدرسہ** عملے کے لئے چار مکانات اور ایک بڑی ٹینکی کی تعمیر اس وقت مدرسہ کی اہم ضرورت میں داخل ہیں ۔ قارئین کرام سے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے

مفتی اعظم پاکستان
حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی رائے گرامی
ماہنامہ علم و عمل لاہور کے متعلق
بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد
ماہنامہ علم و عمل لاہور نظر نواز ہوا جو حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم کی سرپرستی میں ان کے لائق صاحبزادے مولانا محمد عتیق الرحمن صاحب کی ادارت میں شائع ہو رہا ہے۔
ماشاء اللہ مضامین کا انتخاب حالات حاضرہ کی ضرورت کے مطابق ہوتا ہے اور اس کے ہر صفحہ سے قاری ایک نیا فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اس ماہنامہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ زیادہ تر مضامین صرف ایک یا دو صفحوں پر مشتمل ہوتے ہیں جسکا فائدہ یہ ہے کہ مصروف رہنے والے حضرات جب چاہیں اس کا صرف ایک صفحہ پڑھ کر بھی ایک موضوع سے متعلق نہایت مفید معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔
یہ رسالہ اس قابل ہے کہ اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعاون کیا جائے۔ جس کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس کے ممبران میں اضافہ کیا جائے یعنی لوگوں کو ترغیب دی جائے کہ وہ اس رسالہ کو اپنے نام جاری کروائیں اور بلکہ اپنے دوست واحباب کے نام بھی بطور تحفہ کے جاری فرمائیں۔
اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے ناشرین قارئین دونوں کو فلاح دارین عطا فرمائیں۔ آمین
۱۹/۱۲/۱۴۲۵ھ
ایک شرعی سزا جاری کرنے کی برکت
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ اہل زمین کیلئے ایک حد (شرعی سزا) جاری نافذ کرنا چالیس دن کی بارش سے زیادہ بابرکت ہے۔
نوٹ: یہ سزا حاکم وقت یا جج ہی جاری کر سکتا ہے
اللہ والا (صاحب نسبت) بننے کا طریقہ
صاحب نسبت بننے کیلئے دو چیزیں ضروری ہیں: (۱) کثرت ذکر کہ اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کی یاد میں گذاریں (۲) دوام اطاعت کہ چوبیس گھنٹے کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کا کوئی کام نہ ہو، غلطی ہونے پر فوراً معافی مانگے جب یہ دو چیزیں حاصل ہو جائیں تو وہ شخص صاحب نسبت ولی بن جاتا ہے۔
حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ تین گھنٹے میں چوبیس ہزار مرتبہ اللہ اللہ کیا کرتے تھے۔ مولانا عبد الغنی پھولپوری رحمہ اللہ خلیفہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نماز فجر کے بعد آٹھ نو بجے تک ذکر کرتے رہتے تھے
جامعہ عبد اللہ بن عمر
23- کلو میٹر فیروز پور روڈ (سوا گجومتہ) نزد کاہنہ نو- لاہور
فون: 042-5272270
042-5272280
موبائل: 0300-4138738
http:www.hadaaya.com